ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور

خود سے روٹھوں تو کئی روز نہ خود سے بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رو لوں
تو سمندر ہے تو پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ضروری ہے کہ میں پیاس کا دامن کھولوں

﴿گزشتہ قسط کا خلاصہ﴾

انا کا انکار ضیاء صاحب کا کمزور دل برداشت نہیں کر پاتا چند دن اسپتال میں گزار کر ان کی طبیعت میں بہتری آتی ہے تمام گھر والے اس صورت حال کا ذمہ دار انا کو ٹھہراتے ہیں دوسری طرف انا شدید شرمندگی کا شکار ان مصائب کو خود ہی برداشت کرتی رہتی ہے جبکہ کاشفہ کے دھمکی آمیز فون اسے مزید اضطراب میں مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ روشی اس معاملے پر انا سے تفصیلی بات کرنے کا ارادہ کرتی ہے لیکن انا اپنی پسندیدگی حماد سے ظاہر کرتے ولید کے رشتے سے منکر ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف ولید اپنی ذات کی یہ توہین برداشت نہیں کر پاتا اور نہایت جارحانہ انداز میں اس کی کلائی دبوچ لیتا ہے انا کے دوبدو جواب دینے پر ولید کا ہاتھ انا پر اٹھتے اٹھتے رہ جاتا ہے نہایت غصے کے عالم میں اسے دھکا دے کر ولید کمرے سے چلا جاتا ہے جبکہ انا اس ذلت آمیز سلوک پر ولید سے مزید بدظن ہو جاتی ہے۔ بابا صاحب کی طبیعت سنبھلتی ہے تو سب انہیں گھر لے آتے ہیں جب ہی شہوار کی زبانی مصطفیٰ کو ضیاء صاحب کے ہارٹ اٹیک کے متعلق پتا چلتا ہے۔ وہ عیادت کی غرض سے وہاں جانا چاہتے ہیں حماد بھی اپنی بھابی کے ہمراہ وہاں جانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ دوسری طرف وقار ان لوگوں کے ہمراہ حماد کو دیکھ کر خود پر ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسا ہی رویہ ولید کا بھی ہوتا ہے جبکہ انا ان لوگوں سے ملنے سے صاف انکار کر دیتی ہے۔ اس وقت وہ شہوار سے بھی نہیں ملنا چاہتی۔ رابعہ اپنے بھائی سہیل کے ہمراہ آفس پہنچ کر اپنے واجبات کلیئر کراتی ہے اور ساتھ ہی اپنی شادی کا ذکر کرتے عباس صاحب کی تمام فیملی کو مدعو کرتی ہے۔ حیات علی شہر کے تمام امور نمٹا کر گاؤں چلے جاتے ہیں لیکن ان کا دل وہیں اس چھوٹے سے گھر میں الجھا رہتا ہے جب ہی ایک مرتبہ پھر وہ اس گھر تک جا پہنچتے ہیں۔ صفدر اپنی بیٹی زبین کا رشتہ کسی جواری سے طے کر دیتا ہے اور صفدر کی بیوی ان تمام حالات کے متعلق حیات علی کو بتا کر مدد کی درخواست کرتی ہے صفدر کی نشے کی لت نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا وہ اپنی ایک بیٹی کو بھی اسی طرح بوڑھے جواری سے بیاہ چکا تھا۔ اب زبین کے متعلق بھی یہی طے کیے بیٹھا تھا ان حالات میں حیات علی اس شخص کے قرضے کی رقم لوٹانے کا وعدہ کرتے واپس گاؤں آ جاتے ہیں۔ دریہ رقابت کی آگ میں جلتی شہوار کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کرتی ہے اور اس کی ماں کے حویلی سے بھاگ جانے کا ذکر کر کے اسے احساس کمتری میں مبتلا کر دیتی ہے جبکہ دریہ کے منہ سے تابندہ کے متعلق یہ سچائی جان کر وہ شدید کرب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دریہ کی باتوں پر ٹینشن لیتے وہ عجیب کیفیت سے دوچار ہوتی ہے لیکن لائبہ بھابی اس کی حالت کو کسی خوش خبری سے تعبیر کرتی ہیں جس پر وہ خود بھی خوش گوار حیرت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ کاشفہ ولید کے آفس پہنچ کر انا اور ولید کے تعلق پر طنز کرتی انا کی شادی کا ذکر کرتی ہے کاشفہ کے منہ سے یہ حقیقت جان کر ولید چونک جاتا ہے کہ ضرور انا اور کاشفہ کے درمیان کوئی رابطہ ہے ایسے میں وہ تمام معاملات کو نہایت محتاط انداز میں جانچنے کا عہد کرتا ہے۔

﴿اب آگے پڑھیے﴾

❁......❁......❁

وہ لائبہ بھابی کے ساتھ ان کی اسپیشلسٹ کے پاس آئی تھی۔ چیک اپ کے بعد اس نے پازیٹو رپورٹ دی تو لائبہ بھابی اور شہوار کو بے حساب خوشی کا احساس ہوا۔

"شکر کرو اللہ بڑا مہربان ہے ورنہ ایک سال گزر جاتا تو نجانے دل میں کیا کیا وسوسے آنے لگتے میں تو بہت ڈری ہوئی تھی اس سلسلے میں عادلہ بھابی کے ہاں آفاق پیدا ہوا تو اور شدت سے اس کمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ وہ تو اللہ کا کرم تھا کہ اس نے مہربانی کی ورنہ میں تو ہر وقت الجھی رہتی تھی۔" گاڑی میں بیٹھ کر بھابی نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

واقعی اس پر اللہ مہربان تھا۔ مصطفیٰ جیسے شوہر کا ساتھ اتنی محبت کرنے والی سسرال اور اب اس طرح اللہ کا اسے اولاد کی نعمت سے نواز دینا۔ وہ واقعی دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تھی جسے اللہ اس کی بساط اور استطاعت سے بڑھ کر نواز رہا تھا۔ شہوار کا دل شکر کے احساس سے بھرنے لگا اور آنکھوں میں تشکر کی نمی اتر آئی۔

"مصطفیٰ کو کال کرو۔" بھابی نے اس کے خوشی کے احساس سے چمکتے دمکتے چہرے کو پیار سے دیکھتے کہا تو وہ جھینپی۔

"نہیں، جب وہ گھر آئیں گے تو پھر بتاؤں گی۔" چہرے پر ان گنت ستاروں کی چمک تھی۔

"اوکے...... اور باقی لوگوں کو بتاؤں گی یا ابھی ٹھہرو گی۔"

"نہیں پہلے مصطفیٰ جان لیں پھر آپ ماں جی کو بتا دیجیے گا۔" بھابی مسکرا دی۔

"خوش رہو اور سدا سہاگن بھی...... آمین۔" انہوں نے دل سے دعا دی۔

"آمین۔" وہ دل ہی دل میں کہتے گاڑی کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

وہ دریہ کی وجہ سے شدید احساس کمتری کا شکار ہوئی تھی لیکن اس وقت اس کا دل ہر احساس سے عاری مسرت کے احساس سے لبریز تھا اور وہ ذہن سے باقی ہر سوچ جھٹک کر ان لمحوں کو شدت سے محسوس کر کے خوش ہونا چاہتی تھی۔

❁......❁......❁

احسن اپنے تمام کاموں سے وقت نکال کر خصوصی طور پر آفس سے نکلا تھا۔ وہ حماد کے آفس پہنچا تو پتا چلا وہ آفس میں موجود نہیں۔ احسن کا کوفت سے برا حال ہوتا ہے۔ وہ کچھ وقت گزارنے کے بعد وہاں سے نکلنے ہی والا تھا تو حماد آفس چلا آیا تھا۔ اس کی پیون نے اسے احسن کی آمد کی اطلاع دی تو وہ فوراً اس کے پاس آتا ہے۔

"ایم سوری احسن آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ میں آفس کے کام کے سلسلے میں سائٹ پر نکلا ہوا تھا آیئے میرے آفس میں چلتے ہیں۔" ہاتھ ملانے کے بعد وہ خوش اخلاقی سے بولا۔

احسن نے مارنے بندھے ہاتھ ملا کر سر ہلایا۔ حماد مصطفیٰ کا کزن نہ ہوتا تو وہ شاید اس سے بہت بری طرح پیش آتا۔ وہ دونوں احسن کے آفس میں آ گئے تھے۔

"کیا لیں گے آپ، چائے کولڈ ڈرنک یا کافی؟"

"کچھ بھی نہیں، میں یہاں کچھ کھانے پینے نہیں آیا مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" بہت سنجیدگی سے احسن نے کہا تو حماد چونکا۔ بغور احسن کو دیکھا جس کے تیور ازحد کشیدہ اور اعصاب میں واضح کھنچاؤ دکھائی دے رہا تھا۔

"اوکے، وائے ناٹ۔" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم انا کو کب سے جانتے ہو؟" بہت رکھائی سے احسن نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" احسن کے انداز پر وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

"مطلب تو تم بہت اچھی طرح سے سمجھ گئے، ہو جو پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ۔" احسن کا انداز اب بدلحاظی لیے ہوئے تھا حماد کے تیور بھی بدلے تھے۔

"یہ بات تم اپنی بہن سے بھی پوچھ سکتے تھے۔" حماد نے سنجیدگی سے کہا تو احسن کے تیور مزید تیزی بدلے تھے۔

"شٹ اپ۔" وہ پھنکارا۔

"میں مصطفیٰ کی وجہ سے تمہیں رعایت دے رہا ہوں ورنہ جس طرح تم میری بہن کو ورغلا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کررہے ہو کوئی اور شخص ہوتا تو میں اسے جان سے مارنے میں ایک لمحہ نہ لگاتا۔" اب کی بار احسن کے لب و لہجے میں کسی بھی قسم کی رعایت نہ تھی۔

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔" حماد کا لب ولہجہ بھی ایک دم بدلا تھا۔

"یہ محض دھمکی نہیں ہے اگر تم اب انا کی طرف بڑھے تو میں اپنے کہے پر عمل بھی کرسکتا ہوں۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا تو حماد طنزیہ مسکرادیا۔

"بہتر یہ تھا کہ تم مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے اپنی بہن کو سمجھاتے بہر حال میں اسے پسند کرتا ہوں اور وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے میں اس سے افیئر نہیں چلا رہا۔ باقاعدہ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں انا کی طرف سے جواب کا منتظر تھا ورنہ اب تک میں اپنی فیملی کو رشتہ کے لیے بھیج چکا ہوتا۔" انداز دوٹوک اور حتمی تھا۔

"بکواس بند کرو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انا اور ولید ایک دوسرے کے ساتھ انگیج ہیں اس کے باجود تم نے اسے ورغلانے کی کوشش کی۔" بڑے غصیلے انداز میں کھڑے ہو کر اس نے کہا تو حماد نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں نے انا کو ورغلانے کی قطعی کوشش نہیں کی۔ مجھے علم تھا کہ انا اور ولید آپس میں منسوب ہیں میں نے کوئی پیش رفت نہیں کی تھی انا نے خود مجھے بتایا تھا کہ وہ ولید سے اپنی منگنی ختم کرچکی ہے جب ہی میں نے اسے پرپوز کیا اور اس نے میرا پروپوزل قبول کرلیا اینڈ ڈیٹس آل۔" حماد کا انداز مطمئن اور پرسکون تھا احسن نے چند پل اسے گھورا۔

"تم انا اور ولید کے درمیان سے ہٹ جاؤ اگر تم سمجھ رہے ہو کہ ہم انا کی ضد مان لیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے بہتر ہے تم شرافت کے ساتھ ایک طرف ہوجاؤ ورنہ جو کچھ ہوگا اچھا نہیں ہوگا۔" وہ دھمکی دے کر جانے لگا حماد نے اسے جاتے دیکھا۔

"سنو احسن میں محض انا کی وجہ سے یہ سب کررہا ہوں، میں ایک باحیثیت خاندان سے تعلق رکھتا ہوں میں فلرٹ نہیں کررہا۔ شادی کرنا چاہتا ہوں میں زبان دے کر واپس لینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ہاں اگر انا خود آ کر مجھے ریجیکٹ کرتی ہے تو میں پیچھے ہٹنے کا سوچ بھی سکتا ہوں، لیکن ایک لڑکی کو اس طرح درمیان میں لاکر بیچ منجدھار میں چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا۔

احسن نے پلٹ کر دیکھا پھر چند پل کھڑا اسے دیکھتا رہا اور مٹھیاں بھینچ کر تیزی سے وہاں سے نکل گیا' حماد پر سوچ نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

❁......❁......❁

وہ کالج سے واپس آئی تو ضیاء ماموں روشی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے دوسری طرف صوفے پر وقار اور احسن تھے۔ وہ سب کوئی بات کررہے تھے۔ لیکن اسے دیکھ کر خاموش ہوگئے تھے۔

وہ بھی اس وقت سب کو دیکھ کر الجھی تھی وقار صاحب نے اس کے دیکھنے پر گردن موڑی تو اس کے اندر شدید توڑ پھوڑ سی ہوئی' وہ خاموشی سے پلٹی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ سب نے اسے جاتے دیکھا تھا۔ کمرے میں آ کر وہ خاموشی سے بستر پر ٹک گئی اور کافی دیر تک اسی طرح خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔

ڈرائیور اسے کالج لا اور لے جا رہا تھا وہ آج کل وقت پر گھر آ جا رہی تھی۔ آج شہوار کالج نہیں آئی تھی۔ وہ اب اپنا موبائل یوز نہیں کررہی تھی موبائل آف کرکے اس نے دراز میں ڈال دیا تھا' اس نے سوچا کہ کال کرکے شہوار کے کالج نہ آنے کی وجہ ہی پوچھ لے۔ اس نے دراز سے موبائل نکالا تو موبائل کی بیٹری چارج نہیں تھی اور اس نے چارجز لگا کر موبائل بھی آن کیا تو ساتھ ہی کئی نمبرز سے ان گنت میسجز کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ جس میں شہوار کے میسجز کے علاوہ حماد اور کاشفہ دونوں کے میسجز تھے۔ اس نے کاشفہ کے تمام میسجز کو بنا پڑھے ڈیلیٹ کردیے تھے۔ اس نے حماد کے میسجز پڑھنا شروع کردیے تھے۔ لاسٹ والے میسج پر وہ ٹھٹک گئی تھی۔

"میں اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر لانا چاہ رہا ہوں، جب بھی میسج پڑھیں مجھ سے رابطہ کریں۔" میسج پڑھ کر وہ گم صم سی ہوگئی تھی۔ وہ خود بھی اس معاملے کو آر یا پار کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کال ملائی تو کچھ دیر بیل ہوتی رہی اور پھر کال کاٹ دی گئی۔

ابھی وہ دوبارہ کال کرنے کا سوچ رہی تھی کہ حماد کی کال آ گئی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے کال پک کی۔

"وعلیکم السلام...... کہاں تھیں آپ؟" دوسری طرف سے فوراً پوچھا گیا۔

"آپ اندازہ نہیں کرسکتیں اس دن پارک میں آپ کے فادر کے آنے کے بعد اور آپ کے چلے جانے کے بعد سے میں کتنا اپ سیٹ رہا ہوں، مسلسل آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش میں تھا میں پاگلوں کی طرح آپ کا نمبر ڈائل کررہا تھا۔" وہ اپنی بے قراریاں بتارہا تھا جبکہ انا کے اندر شدید قسم کے گلٹ کا احساس پیدا ہونے لگا۔

"آپ کا نمبر کیوں بند تھا؟" اس نے پوچھا۔

"میں آپ کے گھر بھی آیا لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔" اس نے مزید پوچھا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ...... کیا ہوا، اب کیسی ہیں؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"اور موبائل کیوں آف تھا؟"

"بیٹری چارجز نہیں تھی۔" اس کی وہی سنجیدگی تھی۔

"اوہ...... میں پریشان ہوتا رہا کہ نجانے کیا مسئلہ ہے کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً بھابی اور بھائی کے ہمراہ مصطفیٰ بھائی کے بہانے آپ کے ماموں کی عیادت کو آنا پڑا، لیکن سب کا رویہ بہت بدلا ہوا تھا خصوصاً آپ کے والدین کا۔" وہ بتا رہا تھا اور انا کے اندر شدید شرمندگی کا احساس پیدا ہونا شروع ہوگیا تھا۔

"ایم سوری! میں آپ کو اس دن ان سب متوقع رویوں کے بارے میں پیشگی بتا چکی تھی۔ اگر آپ کو میری وجہ سے مسئلہ ہورہا ہے، ان سب کو ہینڈل نہیں کرسکتے تو آپ مجھے انکار کرسکتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو دوسری طرف حماد فوراً پریشان ہوا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، میں ایک باعزت خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے ہاں زبان دے کر مکرنے کا رواج

نہیں، اگر آپ میرے لیے آگے بڑھی ہیں تو میں آپ کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑوں گا چاہے حالات کچھ بھی ہو یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔'' انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا۔ انا نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

''آج آپ کے بھائی میرے آفس آئے تھے۔'' حماد نے بتایا تو وہ ایک دم ساکت ہوگئی۔

''احسن بھائی؟'' وہ بڑبڑائی۔

''جی ہاں، آپ کی وجہ سے میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن ان کا رویہ قطعی اچھا نہ تھا کافی دھمکیاں دے کر گئے ہیں۔''

''کیسی دھمکیاں؟'' اس کا سانس اکھڑنے لگا۔

''یہ کہ اگر میں نے آپ کا نام بھی لیا تو جان سے ماردیں گے فلاں فلاں۔'' انا نے بمشکل سانس خارج کیا۔

''لیکن میں ان دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں، میں آپ سے فلرٹ نہیں کررہا اور نہ ہی کوئی افیئر چلا رہا ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں فوراً اپنے والدین کو آپ کی طرف بھیجوں، میں سب پر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے معاملے میں مکمل طور پر سنجیدہ ہوں۔'' انداز سخت اور فیصلہ کن تھا۔

''لیکن یہ سب اتنی جلدی۔''

''مجھے بہت جلدی ہے۔'' حماد نے اس کی بات کاٹی۔

''آپ شاید یقین نہ کریں آپ میری پہلی نظر کی پسند تھیں۔ آپ کو دیکھا اور محبت کرنے کو جی چاہا تھا۔ ولید بھائی سے آپ کے ریلیشن کے بارے میں جان کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لیکن اب جبکہ ولید بھائی والا معاملہ آپ ختم کرچکی ہیں تو میں اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔'' وہ واقعی بہت سنجیدہ تھا۔ انا خاموشی سے بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔

''ٹھیک ہے آپ جب چاہیں اپنے والدین کو بھیج سکتے ہیں۔'' اس نے دھیمے سے کہہ دیا۔

''تھینکیو سو مچ۔ میں فوراً اپنے گھر والوں سے بات کرتا ہوں۔'' اس نے کہا تو انا چپ ہی رہی۔

حماد نے چند اور باتیں بھی کی اور اس کے بعد اس نے کال بند کردی تھی۔ انا نے خاموشی سے موبائل کو دیکھا اور اب شہوار کو کال کرنا ذہن سے نکل چکا تھا۔

وہ موبائل سائیڈ پر پھینکتے بستر سے کھڑی ہوگئی اور وہ کپڑے بدل کرآئی تو موبائل بج رہا تھا۔ اس نے اسکرین دیکھی تو اعصاب کشیدہ ہونے لگے۔ اتنے دن سے موبائل بند تھا تو اسے لگ رہا تھا کہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے بیٹھ جانے سے وہ کاشفہ جیسی لڑکی کی دسترس سے دور ہوچکی ہے لیکن نہیں یہ اس کی خام خیالی تھی۔ اب بھی کاشفہ کا نام دیکھ کر اس کے اندر نجانے کیا کیا عذاب اترے تھے۔

''ہیلو۔'' کچھ سوچ کر اس نے بہت مضبوط لہجے میں کہا۔

''زہے نصیب محترمہ انا وقار صاحبہ نے کال ریسیو کرنے کی زحمت گوارا کرلی۔'' دوسری طرف وہ طنزیہ ہنسی۔

''جو کہنا ہے وہ کہو۔''

''تم نے میرے ساتھ جو ڈیل کی تھی اب اس میں چیٹنگ کررہی ہو تم سمجھتی ہو، یہ موبائل بند کرکے تم مجھ سے دور ہوجاؤ گی تو تمہاری بھول ہے، میں چاہوں تو ایک پل میں تمہارے گھر پہنچ جاؤں۔'' انا نے لب بھینچ لیے تھے۔

''ولید سے میں منگنی ختم کرچکی ہوں میں کسی اور سے شادی کررہی ہوں ولید تمہارا ہیڈک تھا، تم اس تک کیسے پہنچتی ہو یہ تمہارا مسئلہ تھا تم کیوں بار بار مجھے کال کرکے تنگ کرتی ہو اب جو جی چاہے کرو خدارا میری جان چھوڑ دو۔'' وہ ایک دم چیخی۔



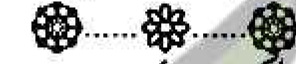




"میں تمہاری پوری فیملی کو ختم کرادوں گی آگ لگادوں گی اگر تم نے میری بات نہ مانی۔" دوسری طرف وہ اس سے زیادہ چیخی۔

"گو ٹو ہیل میں نہیں ڈرنے والی اب تم سے، تم نے مجھے بلیک میل کیا ہے، میں اب تمہاری کسی بات میں نہیں آنے والی۔ مائی فٹ تم کچھ کروگی تو میں بھی خاموش نہیں رہوں گی سب کو بتادوں گی اوکے۔" انا کو لگ رہا تھا کہ وہ ایک سائیکی کیس بنتی جارہی ہے اب ایک دم پھٹی اور اب اس کی برداشت جواب دے چکی تھی بہت غصے سے کہہ کر اس نے کال بند کردی۔

موبائل ہاتھ میں لیے وہ پلٹی لیکن دروازے پر کھڑے وجود کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔



چوہدری حیات علی دو دن بعد واپس آئے تھے لیکن وہاں کی صورت حال دیکھ کر ایک دم ساکت ہوگئے تھے صفدر اپنی بیٹی زبین کی شادی کررہا تھا چوہدری حیات علی کی پیشکش کے باوجود وہ اپنے جواری دوست سے اسے بیاہ رہا تھا بخشو ہمراہ تھا حیات علی کو دیکھ کر صفدر چونکا۔

"یہ سب کیا ہے؟" گھر کے باہر پکتی دیگوں کو دیکھتے حیات علی نے بہت غصے سے صفدر سے پوچھا تو وہ کھسیا گیا۔

"میں نے کہا تھا ناکہ میں تمہیں پیسے دے دوں گا تم اس کے باوجود اپنی بیٹی کی زندگی برباد کررہے ہو؟" حیات علی کا لہجہ سخت تھا۔ صفدر علی ایک دم ہاتھ جوڑنے لگا۔

"میں نے منع کردیا تھا لیکن وہ شخص نہیں مانا زبردستی پیسے تھما گیا کہ بارات کے کھانے کا انتظام کروں۔ شام کو نکاح کرنے آئے گا وہ، آپ تو چلے گئے تھے اور مجھے یہ تھا کہ آپ آتے ہیں یا نہیں میں ڈر گیا تھا۔" حیات علی کا چہرہ ایک دم غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔

"جب میں وعدہ کرکے گیا تھا، تو پھر کیوں نہ آتا تم انتظار کرسکتے تھے یہ خاصی بڑی رقم تھی، ایک دم بندوبست کرنا مشکل تھا کچھ وقت لگنا تھا۔" غصے سے کہا تو صفدر کا رنگ بدلا۔

"ہاں بھائی کیا بات ہے کون ہے یہ شخص؟" کچھ فاصلے پر کھڑا ایک درمیانی عمر کا شخص دونوں کے درمیان آ کھڑا ہوا تھا کافی بدلحاظی سے مخاطب ہوا تھا۔

حیات علی نے ناپسندیدگی سے اس بڑی بڑی مونچھوں اور سرخ آنکھوں والے شخص کو دیکھا تھا۔

"کوئی نہیں، کوئی نہیں، تم جاؤ بس۔" صفدر نے گھبرا کر دوسرے شخص کو ٹالنا چاہا۔

"یہ کس قسم کی بات کررہا ہے۔" بجائے ٹلنے کے وہ شخص اگلا سوال لیے کھڑا تھا۔

"کہا نا کچھ نہیں تم جاؤ؟" جھنجلا کر صفدر نے کہا۔

"کیسے جاؤں پیسے لگائے ہوئے ہیں میں نے، تم پر اور تمہاری اس بیٹی پر۔" وہ تو ایک دم مرنے مارنے پر تل گیا تھا۔

"کون ہے یہ شخص اسے ذرا تمیز نہیں ہم لوگ بات کررہے ہیں اور یہ گھسا آرہا ہے۔" حیات علی صاحب کو اس شخص کا طریقہ گفتار انتہائی ناگوار گزرا اور صفدر کو کہا تو اس کی حالت اور متغیر ہوگئی۔

"میں اس کو سمجھالوں گا آپ اس کو چھوڑیں آپ اندر چل کر بیٹھیں۔" اردگرد لوگوں کو اکٹھا ہوتے دیکھ کر صفدر گھبرا گیا تھا۔ حیات علی کے ہاتھ تھام کر خوشامدی انداز میں کہا تھا۔

صفدر کے بار بار کہنے پر وہ بخشو کو وہیں چھوڑ کر اندر آگئے تھے۔ باہر کی نسبت گھر میں خاموشی تھی۔ صفدر بھی ان ہی

کے چلا آیا تھا۔

"یہ سب کیا ہے صفدر؟ میں تم سے کہہ کر گیا تھا کہ میں تمہیں پیسے دے دوں گا تم اپنی بیٹی کی زندگی برباد مت کرو۔"

"میں مجبور تھا صاحب وہ شخص مرنے مارنے پر تل گیا تھا۔ دو دن سے مسلسل میرے گھر پر نظر رکھے ہوئے ہے کہ میں کہیں بھاگ نہ جاؤں۔"

"وہ جو باہر الجھ رہا تھا وہی شخص ہے یہ، جس سے شادی کررہے ہو اپنی بیٹی کی۔" حیات علی کے پوچھنے پر صفدر نے سر ہلایا۔

"تم سے بھی چند سال بڑا ہوگا وہ تو؟" حیات علی کو ایک دم شدید افسوس نے آن گھیرا کم عمر خوب صورت سی زبین کا عکس ایک دم دماغ میں لہرا کر معدوم ہوگیا تھا۔

"صاحب وہ سمجھتا ہے میں پیسے نہ دینے کی وجہ سے انکار کررہا ہوں۔" حیات علی نے افسوس بھری نگاہ اس پر ڈالی۔ ہاتھ میں پکڑے چرمی چھوٹے سے بیگ کو کھول کر اس میں سے رقم کا لفافہ نکالا۔

"بلاؤ اس شخص کو اور یہ رقم اس کو دو اور سنو باقاعدہ کاغذات پر دستخط کرواؤ ایسے رقم مت دینا۔" لفافہ صفدر نے تھام لیا تھا۔

اتنی بڑی رقم دیکھ کر اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

وہ طبعاً ایک حریص اور بدنیت آدمی تھا مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھنے والے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا والدین اپنی بساط کے مطابق تھوڑی بہت جمع پونجی چھوڑ کر مرے تھے جو اس نے اپنی ہڈحرامی اور خراب عادتوں کے سبب سب گنوادیا تھا نوبت فاقوں تک آن پہنچی تھی۔ قرض خواہ جان سے ماردینے کے درپے تھے۔ گھر بیچا اور پھر اپنی کم عمر بیٹی کو ایک عیاش کے ساتھ کچھ رقم کے بدلے بیاہ دیا۔ اب دوسری کو اپنے جوئے اور قرض کی رقم کے عوض دے رہا تھا کہ قدرت نے نجانے کہاں سے حیات علی کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا حیات علی فطرتاً رحم دل اور سادہ مزاج چوہدری لگا تھا اور جس طرح پہلی بار وہ اس کو کئی نوٹ تھما گیا تھا اس نے اس کے اندر کی حریص فطرت کو اور حریص بنادیا تھا اور جب حیات علی نے رقم کے متعلق پوچھا تھا تو اس نے بڑھا چڑھا کر بتادیا تھا۔

اصل میں وہ دونوں طرف سے رقم بٹورنا چاہتا تھا لیکن برا ہو اس شخص کا جو اس کے دام میں آنے کے بجائے اس کے گھر کے باہر قبضہ جما کر بیٹھ گیا تھا اب اس کے کہنے پر شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں ایسے میں حیات علی کی آمد۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی وجہ سے معاملہ بگڑے اور گھر آئی لکشمی واپس چلی جائے۔

"اللہ آپ کو سدا خوش رکھے چوہدری صاحب، آپ نے میری ایک بہت بڑی مصیبت دور کی ہے اللہ آپ کو لمبی عمر اور صحت عطا کرے۔" صفدر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اتنی بڑی رقم لے کر چوہدری حیات علی کے قدموں میں لوٹنے لگے۔

"اس شخص کو بلاؤ میں اپنے سامنے سارا معاملہ کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ پیسے لے کر چلا جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اگر الجھے تو میں بھی پولیس کو بلوالوں گا، بہت اچھے تعلقات ہیں یہاں کی پولیس سے۔ بات اگر تمہاری بیٹی کی نہ ہوتی تو ایسے لوگوں کو لمحوں میں ٹھیک کرنا آتا ہے ہمیں۔" حیات علی نے کہا تو صفدر کا رنگ اڑ گیا۔

اس شخص کو سامنے بلوانے کا مطلب تھا کہ رقم کی اصلیت کھل جاتی اور صفدر اب بنے بنائے کھیل کو بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ اس کی فکر مت کریں، اب میں اس سے اچھی طرح نبٹ لوں گا۔ میں ابھی اچھی طرح لکھ لکھا کر رقم دوں

گا۔آپ ادھر بیٹھیں میں چائے پانی منگواتا ہوں۔‘‘ وہ کہہ کر رقم والا لفافہ لے کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ دو تین منٹ بعد صفدر کی بیوی آ گئی تھی اس کے چہرے پر خوشی بھی تھی اور آنکھوں میں ندامت کے آنسو بھی۔

’’اللہ آپ کا بھلا کرے آپ نے ایک ماں پر بہت بڑا احسان کیا ہے چوہدری صاحب۔‘‘ آتے ہی وہ رو دی تھیں۔حیات علی ایک دم گھبرا گئے۔

’’ایسی کوئی بات نہیں۔آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو شاید میں اس کی بھی مدد کرتا۔‘‘ وہ ایک دم متاثر ہوئی تھی۔بغور دیکھا۔وجیہہ سراپا، روشن چہرہ چمکتی آنکھیں جن میں جاہ و حشمت اور دولت کا کسی بھی قسم کا کوئی غرور نہ تھا۔ان کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی تھی۔

وہ ان عورتوں میں شامل تھیں جن کی ممتا بیٹوں کی محرومی کے زخموں سے چور ہوتی ہے۔شوہر کی رفاقت میں انہیں شوہر کی محبت ملی تھی اور نہ ہی شوہر کی طرف سے تحفظ۔ایسے میں شدت سے خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کاش ان کا کوئی بیٹا ہوتا جو باپ کو ان بری حرکتوں سے روک لیتا یا پھر ان تینوں ماں بیٹیوں کا سائبان بن جاتا۔دل میں وہ ایسے ہی اونچے بیٹے کا تصور رکھتی تھیں دل میں۔وہ جانتی تھیں ان کا شوہر ایک دغاباز فریبی اور مطلبی انسان ہے اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ حیات علی کو ان کا شوہر محض اپنے مطلب کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

’’صفدر کہاں ہے، اسے بلوا دیں میں چلتا ہوں۔‘‘

’’وہ باہر گیا ہے آتا ہوگا آپ بیٹھیں نا۔‘‘ وہ جب سے آئے تھے مسلسل کھڑے تھے صفدر کی بیوی نے کرسی کھینچ کر سامنے کی تو حیات علی بیٹھ گئے۔

’’آپ کی بیٹی کتنا پڑھی ہے؟‘‘ حیات علی نے پوچھا۔

’’زبین نے اسی سال دسویں کا امتحان دیا تھا میری بڑی خواہش تھی میری بچیاں پڑھ لکھ جاتیں لیکن گھر کے حالات اور صفدر کی حرکتوں کی وجہ سے گھر بٹھانا پڑ گیا۔‘‘

’’آپ کی بڑی بیٹی ملتی ہے آپ سے؟‘‘

’’نہیں۔‘‘ بیٹی کے ذکر پر وہ رونے لگی تھیں۔

’’اس کا شوہر بڑا ظالم ہے گھر میں قید کر کے رکھا ہوا ہے کہتا ہے پیسوں سے خرید کر لایا ہوں، اگر گھر سے قدم بھی اس نے باہر نکالا تو جان سے مار دے گا ایک دو بار میں خود ملنے گئی تھی وہ تو کسی سے ملنے بھی نہیں دیتا۔‘‘

’’آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔‘‘ حیات علی نے دلاسہ دیا تو صفدر کی بیوی نے اپنے آنسو صاف کیے۔

’’ایک بات کہوں چوہدری صاحب؟‘‘ جھجکتے ہوئے اس نے پوچھا۔حیات علی نے سر ہلایا۔

’’اماں۔‘‘ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی دروازے سے آواز سن کر دونوں پلٹے تھے زبین چائے کا کپ لیے کھڑی تھی۔حیات علی کی تمام تر حسیں یکجا ہو کر زبین کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

’’یہ چائے۔‘‘ وہ اپنی ماں سے مخاطب تھی۔

ماں نے اٹھ کر چھوٹی سی ٹرے تھام لی تھی اور زبین چائے پکڑا کر واپس پلٹ گئی تھی اور حیات علی کو لگا گویا زندگی یہیں کہیں رک گئی ہو۔اتنے دنوں کی بے سکونی، بے چینی اور بے آرامی سب ختم ہو گئی تھی یک دم۔زبین پلٹ کر جا چکی تھی لیکن حیات علی کی نگاہیں گویا دہلیز پر ہی جم گئی تھیں۔

’’صفدر ایک دھوکے باز انسان ہے وہ سب کو دھوکہ دے رہا ہے آپ کو مجھے اپنی اولاد کو اس آدمی کو جس سے وہ آج

زیبن کا نکاح پڑھوانے کا کہہ رہا تھا۔'' کپ حیات علی کی طرف بڑھاتے صفدر کی بیوی نے کہا تو حیات علی نے چونک کر نگاہوں کا زاویہ بدل کر صفدر کی بیوی کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر زمانے کی سختی نے عجیب سی کرختگی پیدا کر رکھی تھی۔

''آپ سے پیسے لے کر وہ اس شخص کو چلتا کردے گا لیکن چند دن بعد وہ ایک اور جواری کو لے کر آ جائے گا اور اس کے عوض پھر بیٹی کو بیاہنے کی بات کرے گا میری بڑی بیٹی مہرن کے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا، سیٹھ کو پھانسا تھا اور پھر کسی جواری سے بیاہنے کا کہا تھا سیٹھ سے وہ قرض پر قرض لے چکا تھا دوسرا شخص فوری شادی کرنا چاہتا تھا لیکن سیٹھ سے پیسہ لے کر دوسرے کو دے کر سیٹھ سے شادی کردی تھی۔'' وہ پھر رونے لگیں تھیں حیات علی کو سمجھ نہ آئی کہ کس طرح اسے چپ کرائے۔

نجانے صفدر کہاں رہ گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے باہر جو شور کی آواز آ رہی تھی اب وہاں بھی خاموشی تھی۔

''چوہدری صاحب آپ عزت دار آدمی ہیں آپ ایک دکھی ماں کی فریاد سن لیں اس سے پہلے کہ صفدر پھر کوئی ڈرامہ کھیلے آپ میری بیٹی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔'' حیات علی ساکت رہ گئے۔

''یہ بھلا کیسے ممکن ہے؟''

''صفدر کی آنکھوں پر پیسے کی پٹی بندھی ہوئی ہے وہ بار بار یہ کھیل کھیلے گا اس سے بہتر یہی ہے کہ آپ میری بیٹی سے نکاح کر کے اسے ساتھ لے جائیں۔''

''کیا......؟'' حیات علی ایک دم گنگ سے رہ گئے تھے۔

❁......❁......❁

روشی دروازے پر کھڑی تھی انا کے چہرے کا رنگ ایک دم بدل گیا تھا پتا نہیں اس نے کیا کیا سنا تھا روشی کے چہرے پر حیرت اور الجھن کی کیفیت تھی۔

''چائے ریڈی ہے تم بھی آ جاؤ۔'' روشی نے کہا تو انا نے بمشکل اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ ان کے گھر میں شام کی چائے کا سب اہتمام کرتے تھے۔

''مجھے چائے نہیں پینی۔'' روشی نے سنجیدگی سے کہا۔

''کس کی کال تھی؟''

''چائے پر کون کون ہے؟'' روشی کے سوال کو ان سنا کرتے اس نے پوچھا۔

''پھپو کے علاوہ باقی ہم سب ہی ہیں۔'' یعنی ولید آفس سے آ چکا تھا۔

''تم بھی سب میں آ کر بیٹھو چائے پیو، تو سب کو اچھا لگے گا ویسے بھی مجھے انکل نے خود تمہیں لینے بھیجا تھا۔'' روشی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

''اوکے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور موبائل ابھی بھی انا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کمرے سے نکلی تو روشی ساتھ چلنے لگی۔ انا نے موبائل مٹھیوں میں بھینچ رکھا تھا۔ وہ لاؤنج میں آئی تو سبھی نے اسے بہت سنجیدگی سے دیکھا تھا ماسوائے ضیاء ماموں کے۔

''ادھر آ جاؤ میرے پاس۔'' انہوں نے محبت سے کہتے اپنے پاس جگہ بنائی تو وہ خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

وہ آج بہت دنوں بعد ان سب کے درمیان بیٹھی تھی۔ اسے یہ سب بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ روشی نے اسے چائے کا کپ تھمایا تو وہ سر جھکائے سپ لینے لگی۔ ولید اور احسن آہستہ آہستہ آپس میں کوئی بات کر رہے تھے۔ ولید کی آواز اس کی سماعتوں کو ڈسٹرب کر رہی تھی۔ وقار صاحب ٹی وی کی طرف متوجہ تھے ماموں نے کئی بار اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔

''تمہاری اسٹڈی کیسی جا رہی ہے؟'' انہوں نے پوچھا تو وہ چونکی۔

''جی ٹھیک ہے اور آپ ٹھیک ہیں؟'' وہ مسکرائے۔

''یہ عمر ایسی ہے، کبھی دل، کبھی جگر اور کبھی معدہ کمزور ہو جاتا ہے، خیر گزر رہی جانی ہے۔'' ہنس کر کہا۔ انا مسکرا بھی نہ سکی تھی۔ نجانے کیوں ان کو دیکھ کر بار بار اس کے اندر عجیب سا گلٹ پیدا ہونے لگتا تھا اور وہ اپنے اندر ان گنت آوازوں کا شور اٹھتا محسوس کرتی تھی۔ وہ سبھی سے دور ہو گئی تھی۔ ماما، بابا اور احسن بھائی۔

ان سب کے ساتھ اس کی زندگی کا ایک طویل دور گزرا تھا اور اب اس مقام پر آ کر وہ ان کو ہرٹ کر رہی تھی انا کو ایک دم خود سے شدید نفرت محسوس ہونے لگی۔ وہ یہ سب کیوں کر رہی تھی کس کے لیے محض ایک لڑکی اور ولید ضیاء کے لیے۔ اسے ایک دم ماحول میں حبس سی محسوس ہونے لگی تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

''کیا ہوا؟'' اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا ماموں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ خالی کپ واپس رکھ کر موبائل لے کر وہاں سے نکل گئی تھی۔ سبھی نے اسے جاتے دیکھا تھا۔

ولید کی آنکھوں میں پرسوچ سا تاثر تھا۔ انا کمرے میں جانے کے بجائے باہر لان میں آ گئی تھی۔ اس کے وجود پر اضطراب اور چال میں عجیب سی کشمکش تھی۔ کسی پل سکون نہ تھا۔

''جو لوگ اپنی مرضی کے فیصلے کرتے ہیں اس کے باوجود وہ خوش دکھائی نہیں دیتے حیرت ہے۔'' اپنے عقب سے جاندار آواز سن کر وہ ایک دم ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے پلٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے تمام اعصاب عجیب سے تناؤ کا شکار ہوئے تھے۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کرنا چاہی تھی لیکن سنبھل نہیں پا رہی تھی۔

''حماد جیسے انسان کا ساتھ پا کر تمہیں خوشی سے پھولے نہیں سمانا چاہیے تھا میرا تو خیال تھا کہ ہواؤں میں اڑنا شروع کردو گی لیکن یہاں تو فتح کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آ رہے۔ ہاں البتہ میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد ایک شخص کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ضرور دکھائی دے رہی ہے۔'' وہ عقب سے نکل کر سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ ہمیشہ کی طرح ترو تازہ، خوشبوؤں میں مہکتا ہوا انا کا وجود ایک دم ان دیکھی آگ میں بھڑ بھڑ جلنے لگا تھا۔

وہ سب کچھ کر کے بھی شکست خوردہ تھی اور وہ سب کچھ کھو کر بھی فاتح جیسا تھا۔ انا نے ولید ضیاء کی آنکھوں میں دیکھا وہاں عجیب سلگتا سا احساس تھا۔ وہ لب بھینچ کر جانے لگی تھی ولید کے پاس سے گزر کر آگے بڑھنے کو تھی۔

''سنو۔'' اس کی کلائی ولید کی مضبوط گرفت میں تھی۔ وہ ساکت ہو گئی تھی۔

''کس کے کہنے پر کر رہی ہو یہ سب؟'' ولید کی آنکھوں میں کھوج کی کیفیت تھی۔ وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا گویا اس کا چہرہ ایک دم ہر راز اگل دے گا، انا نے ایک دم منفرد انداز میں اپنی کلائی مضبوط گرفت سے نکالی تھی۔

''کوئی فاتحہ ہو یا شکست خوردہ آپ سے کوئی مطلب نہیں۔''

''مطلب؟ ہاہ...... تمہارا کیا خیال ہے، ہم سب جو خاموش ہیں اور تمہیں اپنی من مانیاں کرتے دیکھ رہے ہیں ہم سب اتنے بے بس ہیں کہ کچھ کر نہیں سکتے یہ مت بھولو تمہارے کسی بھی اقدام پر ہم بہت مضبوط ردعمل ظاہر کر سکتے ہیں لیکن ہم خاموش ہیں صرف اس لیے کہ کہیں نادانستگی میں تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا دیں اور تم ہو کہ مسلسل سارے گھر کو ایک اذیت کی ان دیکھی سولی پر لٹکا رکھا ہے۔'' نہایت غصے سے اس کے کندے پر ہاتھ رکھتے ولید نے کہا۔

''آپ کو کیا فرق پڑتا ہے آپ چھوڑیں مجھے دوغلے پر فریب اور دھوکے باز لوگوں سے نفرت ہے مجھے۔'' وہ شدت سے احتجاج کرتے اپنے کندھوں کو جھٹکتے پیچھے ہوئی تھی۔

"انا......؟" ولید نے بہت طیش کے عالم میں پھر سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ ہاتھ میں تھما موبائل چھینا تھا۔

انا نے اسکرین دیکھنا چاہی تھی تبھی ولید نے دوسرے ہاتھ سے اس کی گرفت سے موبائل نکال لیا تھا اس سے پہلے کہ وہ اسکرین دیکھتا انا نے جھپٹا مار کر موبائل چھین کر سامنے دیوار پردے مارا تھا موبائل دیوار کے ساتھ لگ کر کئی حصوں میں ٹوٹ کر گرا تھا ولید ایک پل کو ششدر رہ گیا تھا لیکن اگلے ہی پل بے اختیار بہت غصے کے عالم میں اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور انا بے اختیار زمین پر گری تھی۔

"دماغ خراب ہے نجانے کیا کرتی پھر رہی ہو۔" ولید ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگا تھا۔ انا اسی طرح زمین پر بیٹھی گال پر ہاتھ رکھے سسکتی رہی تھی۔

ولید نے ایک دو پل اسے دیکھا اور پھر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر تیزی سے وہاں سے نکل گیا تھا۔



مصطفیٰ گھر لیٹ آیا تھا تقریباً سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے شہوار بھی اپنے کمرے میں آ چکی تھی نیند تو آ نہیں رہی تھی بکس لے کر بیٹھ گئی تھی آج کالج نہیں جا سکی تھی درمیان میں دو تین بار انا سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رابطہ نہیں ہو سکا تھا ہر بار نمبر بند ملا تھا۔

پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا تھا اس لڑکی کو شہوار اندر ہی اندر انا کے رویوں اور گزشتہ حالات کو لے کر پریشان تھی۔ نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ انا کے ساتھ کوئی سیریس مسئلہ ہے لیکن وہ ڈسکس نہیں کر رہی تھی۔ اپنی اپنی پریشانیوں میں الجھ کر دونوں ایک دوسرے سے کتنی دور ہو چکی تھیں، ورنہ دونوں میں کتنی محبت اور دوستی تھی کہ اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کیا کرتی تھیں اور اب حالات کتنے بدل چکے تھے۔ انا کو سوچتے سوچتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ دوبارہ آنکھ ایک نرم سے احساس پر بیدار ہوئی تھی۔ اس نے آنکھ کھولی تو دیکھا مصطفیٰ اس پر جھکا بڑی محبت سے متوجہ تھا۔

"آپ آ گئے؟" یونہی لیٹے لیٹے پوچھا۔ مصطفیٰ کے ہونٹوں نے اس کی صبیح پیشانی کو چھوا تھا۔

"ہاں ابھی آیا ہوں۔ ایسے کیوں لیٹی تھی آرام سے سو جاتی۔" وہ تکیے پر نیم دراز سینے پر کتاب رکھے لیٹی ہوئی تھی وہ مسکرائی اور مصطفیٰ نے کتاب اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو آج خیر ہے نا؟"

"پڑھ رہی تھی پتا ہی نہیں چلا کب آنکھ لگ گئی۔" وہ سیدھی ہوئی وہ آج نک سک سے تیار اچھے سے لباس میں ملبوس مقابل کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

"آج بہت دیر کر دی گھر آنے میں؟" خود پر سے مصطفیٰ کی توجہ ہٹانا چاہی۔

"بس ایک میٹنگ تھی اور اس کے علاوہ کچھ ضروری کام تھے وقت کا پتا نہیں چلا۔" شرٹ کا اوپری بٹن کھولتے جواب دیا۔

"کھانا کھائیں گے؟" وہ بھی اٹھ بیٹھی۔ مصطفیٰ اٹھا تو اس نے پوچھا۔

"نہیں ایک کپ چائے اگر زحمت نہ ہو تو......" مصطفیٰ کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا وہ الماری کی طرف بڑھا تو شہوار بستر سے اتر آئی خود آگے بڑھ کر الماری سے نائٹ ڈریس نکال کر تھما دیا۔

"تھینکس۔"

"کبھی کبھار آپ بہت فارمل ہو جاتے ہیں۔" لباس لے کر پلٹتا مصطفیٰ رک گیا۔ پلٹ کر خوب صورت دل آویز سی بیوی کو دیکھا نگاہیں پھر جم گئی تھیں۔ الماری کا پٹ بند کرتے خود مصطفیٰ کے قریب آتے شرٹ کے بٹن کو چھوتے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"یہ تھینکس وینکس کہہ کر۔" مصطفیٰ مسکرایا۔

"ایسے لگتا ہے جیسے ڈیوٹی آوورز میں کوئی ڈیوٹی سرانجام دینے پر باس نے تھینکس کہا ہو۔" مصطفیٰ ایک دم ہنس دیا۔

"کسی اور انداز میں تھینکس کہتا تو بھی بیگم صاحبہ نے اعتراض جڑ دینا تھا اب روکھا پھیکا ویلکم ہوگا تو روکھا پھیکا سا ہی تھینکس ہوگا نا......" کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اس کے چہرے پر جھکتے ہنس کر کہا تو وہ جھینپی۔

"میرا خیال ہے پہلے آپ فریش ہو لیں باقی تھینکس چائے کے بعد کہہ لیجیے گا۔" اس نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو مصطفیٰ زور سے ہنس دیا۔

"بڑی چالاک ہو گئی ہو۔"

"آپ کی صحبت کا اثر ہے صاحب۔"

"اف......" مصطفیٰ نے دل پر ہاتھ رکھتے ایکٹنگ کی تو شہوار بے اختیار ہنس دی۔

"فریش ہو لیں میں چائے لاتی ہوں۔" مصطفیٰ کو واش روم کی طرف دھکیل کر اپنا دوپٹہ سنبھالتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ وہ چائے لے کر آئی تو مصطفیٰ نائٹ ڈریس میں ملبوس، ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ شہوار نے ٹرے بستر پر رکھی تو مصطفیٰ پلٹا۔

"آج بن کے ہی بڑا خصوصی اہتمام کیا ہوا ہے خیر تو ہے نا؟" مصطفیٰ کا اشارہ اس کی سج دھج کی طرف تھا۔ لباس کے علاوہ ہلکی پھلکی جیولری اور میک اپ کا بھی استعمال کیا ہوا تھا۔ وہ مسکراتی ہاتھ میں موجود کنگن کو گھماتی بستر کے کنارے ٹک گئی۔

"کیا آپ کو یہ اہتمام اچھا نہیں لگا؟" کنگن کو دیکھتے دھیمے سے پوچھا۔ مصطفیٰ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا تھا نرمی سے کلائی تھامی۔

"یہ سوال تم میری آنکھوں میں دیکھ کر پوچھو تو جواب بھی دوں گا۔" مسکراتے لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دی۔

"چائے پی لیں۔" وہ دو کپ لائی تھی۔

"کاش روز اتنی ہی چاہ کے ساتھ یہ چائے ملا کرے تو......" مصطفیٰ کا انداز شریر ہوا۔

"آپ آرام سے چائے پئیں پھر آپ کو ایک چیز دکھانی ہے۔" مصطفیٰ کو نرمی سے ٹوکتے اس نے کہا تو مصطفیٰ نے ہنس کر کپ تھام لیا۔ دونوں نے ہلکی پھلکی باتوں میں چائے پی پھر چائے پینے کے بعد اس نے ٹرے ایک طرف رکھ دی۔

"بھئی کیا بات ہے ایسا سسپنس کیوں کری ایٹ کر رہی ہو؟" وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی تو مصطفیٰ نے چھیڑا وہ جھینپی۔ الماری سے اپنا بیگ نکال کر اس میں سے لفافہ نکالا مصطفیٰ یہ سب خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آئی۔

"آج میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی کالج بھی نہ جا سکی۔" اس نے سنجیدگی سے بتایا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کیا ہوا تھا زیادہ طبیعت خراب تھی کیا؟" فوراً فکرمندی سے پوچھا۔

"ہاں......" چہرے پر چھائی چمک اور روشنی کو سنجیدگی کے تاثرات میں چھپانے کی کوشش کرنی چاہی۔

"بھابی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا۔"

"اوہ......اتنی طبیعت خراب تھی۔ میں نے دو دفعہ کال کی تھی بتایا کیوں نہیں، ویسے ہوا کیا تھا؟" مصطفیٰ بھی ایک دم

سنجیدہ ہوا۔

''یہ خود دیکھ لیں۔'' اس نے انویلپ مصطفیٰ کو تھما دیا۔ مصطفیٰ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر انویلپ کو۔ شہوار کے چہرے پر ایک دم ڈھیروں ستاروں کی چمک اور روشنی سی در آئی تھی۔ مصطفیٰ ایک بار پھر چونکا تھا۔ اس نے فوراً انویلپ کھولا، شہوار انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ ہونٹ کو دانت تلے دبائے وہ سر جھکائے اپنے چہرے پر ڈھیروں کے حساب سے شرم کے تاثرات محسوس کرسکتی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ۔'' مصطفیٰ کی ایک دم ایکسائٹمنٹ سے بھری آواز ابھری۔

''اٹس آ امیزنگ یار، گریٹ بلیسنگ فار می۔'' مصطفیٰ نے ایک دم اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اتنی بڑی خبر اب بتا رہی ہو، مائی گاڈ ان بلیو ایبل ایم آئی سو ایکسائٹڈ یار، تھینک یو سوچ تھینک یو......'' مصطفیٰ نے ایک دم بے پناہ وارفتگی سے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹا۔

''تھینک یو اللہ جی تھینک یو سوچ۔'' مصطفیٰ کا خوشی سے برا حال تھا۔ شہوار کی آنکھیں بند تھیں پلکیں لرز رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے بے پناہ وارفتگی سے اسے تھام رکھا تھا۔

''اتنی دیر سے کیوں بتایا؟'' جذبات میں ٹھہراؤ آیا تو محبت سے پوچھا۔

''آپ ہی لیٹ آئے ہیں میں نے تو آج سارا دن آپ کا انتظار کیا ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ۔'' جھینپی آواز میں کہا تو مصطفیٰ ایک دم ڈھیر سارا فدا ہوا۔

''تو تم کال کرلیتیں۔''

''آپ کی جاب کے فرائض بھی تو بہت ضروری تھے۔'' دھیما لہجہ تھا مصطفیٰ ہنسا اور اس پل مصطفیٰ کو اپنا آپ دنیا کا سب سے خوش قسمت ترین وجود لگ رہا تھا۔

''اور کون کون جانتا ہے اس خبر کے بارے۔''

''بس بھابی اور میں۔''

''ماں جی کو نہیں بتایا؟''

''بھابی کل بتادیں گی۔'' مصطفیٰ مسکرا دیا۔

''کیا فیل کررہی ہو؟''

''صبح میں خود کو بہت اکیلی غم زدہ اور تنہا محسوس کیا تھا۔ آج امی بہت یاد آئیں' اپنے خاندان کے حوالے کا شدت سے احساس ہوا لیکن جب یہ خوش خبری سنی تو سب کچھ بھول گئی۔ دل چاہتا تھا میں اللہ کے سامنے سر جھکا کر بہت روؤں۔ میں اتنی ناشکری' بے صبری اور اللہ مجھے اتنے بڑے رتبے سے نواز رہا ہے' مجھے پچھلے کچھ دنوں سے اپنی خراب طبیعت سے اندازہ تو ہو رہا تھا لیکن میں نے توجہ ہی نہ دی۔ میں تو ایک عام سی لڑکی تھی بس اللہ نے مجھے خاص بنادیا کہ آج میرے پاس سب کچھ ہے۔ جس کے لیے لڑکیاں خواب دیکھتی ہیں سب کچھ ہے' بس اللہ مجھ کو میری امی سے بھی ملوا دیں۔'' کہتے ہوئے وہ رونے لگی تھی۔

''ارے یہ کیا بات ہوئی' خوشی کے موقع پر روتے تو نہیں۔'' مصطفیٰ نے آنسو صاف کیے۔

''یہ تو شکر کے آنسو ہے۔'' مسکرا کر کہا تو مصطفیٰ نے ہنس کر اسے بہت نرمی سے اپنے مضبوط حصار میں مقید کرلیا۔



''میں یہ شادی نہیں کرسکتا؟'' چوہدری حیات علی نے ایک دم انکار کیا۔

''کیوں؟'' صفدر کی بیوی نے پوچھا۔

''میں پہلے سے شادی شدہ ہوں' میرے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔'' صفدر کی بیوی کو ایک دم چپ سی لگ گئی۔

''ہم جاگیردار لوگ ہیں' ہمارے ہاں خاندان' برادری سے باہر شادیاں نہیں کرتے میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں' میرے باپ نے کم عمری میں ہی میری شادی کردی تھی۔'' چوہدری حیات نے بتایا۔

چوہدری حیات علی جانتے تھے وہ ایک انجانی کشش کے سبب یہاں آتو جاتے ہیں لیکن وہ زبین سے شادی نہیں کرسکتے تھے ان کی اولاد' ان کی بیوی انہوں نے ہمیشہ ان رشتوں سے وفا کی تھی۔ محبت کی تھی اب بھلا صرف ایک لڑکی کی وجہ سے کیسے ان سب سے بے وفائی کر جاتے۔ ان کے اندر کا انسان ایک دم جاگ اٹھا تھا۔

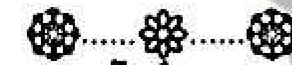
''تو پھر حیات علی تم یہاں روز کیوں آتے ہو؟ زبین کی شادی کا سن کر کیوں پریشان ہوگئے تھے۔ اتنی بڑی رقم کوئی کسی انجان انسان کو کیوں دیتا ہے بھلا۔ اگر تمہیں اپنی بیوی سے اور اولاد سے اتنی محبت ہے تو پھر ایک نظر اس غریب سی لڑکی کو دیکھ لینے کی لگن کیوں بے چین رکھنے لگی ہے تمہیں؟'' اندر کا انسان ان کے ضمیر کو جھنجوڑ گیا تھا۔

''میں تو محض انسانیت کے ناطے یہ سب کر رہا تھا۔'' انہوں نے دلیل دینی چاہی۔

''انسانیت کے ناطے تم ہر کسی کی مدد تو نہیں کرتے۔'' کوئی پھر ان کے اندر چیخ اٹھا' وہ ایک دم آگے بڑھے۔

''چوہدری صاحب! آپ کو اللہ کا واسطہ ہے، میں ایک دکھی ماں ہوں۔ آپ نے جیسے ہمارے حالات جان کر ہماری مدد کی میں نے یہ کہنے کی گستاخی کرلی مجھے معاف کردیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات' صفدر میری بیٹی کو آج نہیں تو کل کہیں اور بیاہ دے گا لیکن ساری عمر کے لیے میری بیٹی زندہ درگور ہوجائے گی۔'' وہ وہاں سے جانے لگے تو صفدر کی بیوی کی آہ و زاری نے قدم جکڑ لیے تھے۔

''کیا ہوا اماں؟'' ماں کو روتا دیکھ کر دوسرے کمرے سے زبین ایک دم وہاں چلی آئی اور چوہدری حیات علی کو لگا کہ وہ پھر سے پتھر کے ہوگئے ہوں۔



ولید کے کمرے کی لائٹ جلتے دیکھ کر روشی ایک دم رک گئی تھی' رات کے دو بج رہے تھے اس کی آنکھ کھلی تھی وہ پانی پینے باہر آئی تھی۔ ولید کے کمرے کے پاس رک کر چند پل سوچا اور پھر اندر قدم رکھ دیے۔ ولید بستر پر بیٹھا تھا اس کے سامنے لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا لیکن اس کی توجہ لیپ ٹاپ پر نہیں تھی وہ کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ روشی کی آمد سے بھی بے خبر تھا۔

''ولی بھائی؟'' روشی کی پکار پر ولید نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ارے روشی تم اس وقت؟'' وہ فوراً سیدھا ہوا۔

''ہاں بس آنکھ کھل گئی تھی آپ کے کمرے کی لائٹ آن دیکھی تو چلی آئی۔''

''ہاں بس، میں آفس کا کچھ کام دیکھ رہا ہے۔'' ولید نے اپنے اردگرد بکھری فائلز کو سمیٹا۔

''آؤ بیٹھو۔'' وہ قریب آ گئی۔

''احسن بھی جاگ رہا ہے؟''

''نہیں وہ سو رہے ہیں۔'' روشی ولید کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

''بابا کی طبیعت اب کافی بہتر ہے۔''

''ہاں الحمدللہ۔'' لیپ ٹاپ کو بند کرتے اس نے کہا۔

''سب انا کے فیصلے کی وجہ سے ڈسٹرب ہیں۔'' ولید نے لب دانت تلے دبا کر پھر ایک گہرا سانس لیا۔

''اس کی وجہ سے تو سارا گھر ہی ڈسٹرب ہے۔'' لہجے میں خود بخود تلخی سمٹ آئی تھی۔

''آپ کو کچھ اندازہ تو ہوگا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟'' بھائی کو بغور دیکھتے اس نے پوچھا تو لیپ ٹاپ کو بند کرکے بیگ میں ڈالتا ولید رکا تھا۔

''تمہارا خیال ہے وہ جو بھی کر رہی ہے' وہ سب میرے ساتھ پلاننگ کرکے کر رہی ہے۔'' تلخی سے کہا تو روشی شپٹائی۔

''میں نے ایسا کب کہا؟'' ولید نے سر جھٹکا۔

''وہ پاگل ہے بالکل پاگل...... وہ دنیا کی احمق ترین لڑکی ہے' خود بھی تباہ ہو رہی ہے اور اوروں کو بھی تباہ کر رہی ہے۔'' وہ ایک دم پھٹ پڑا۔

''وہ چاہتی ہے وہ جن مفروضوں کو بنیاد بنا کر جس کنوئیں میں گر رہی ہے سب خاموشی سے اسے اس کنوئیں میں گرنے دیں۔''

''وہ ایسا کیوں کر رہی ہے' کوئی وجہ ہوگی نا؟''

''تم نے اس سے پوچھا نہیں؟''

''وہ کچھ بتاتی ہی نہیں۔'' ولید نے نفی میں سر جھٹکا۔

''وہ کچھ بھی ڈسکس نہیں کرتی' اپنی فیلنگز اپنے جذبات کچھ بھی اس نے خود کو ایک سیکریٹ کی طرح رکھا ہوا ہے۔ کچھ بھی ڈس کلوز نہیں کرتی۔ میں پاکستان آئی تو وہ ہمارے ساتھ گھل مل گئی تھی لیکن اس کے مزاج کے جو رنگ ہیں وہ اس پر اسی طرح غالب ہیں، وہ کبھی دل کی بات کسی کو بھی نہیں بتاتی۔'' ولید خاموشی سے سنتا رہا۔

''اور شاید یہی ہماری غلطی تھی' ہم نے اسے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ پھپھو اپنے بوتیک میں بزی' احسن اور انکل اپنے بزنس میں' وہ ہمیشہ سے دوسروں کی توجہ کی متلاشی رہی۔ وہ رشتہ داروں کی کمی شدت سے فیل کرتی ہے' اس کی بہت ساری دوستیں نہیں ہیں۔ وہ تنہائی پسند لڑکی ہے شاید سب ہی اس کی طبیعت کے اس رجحان کا سبب بنے ہیں۔'' روشی نے اس کا بہت گہرائی سے تجزیہ کیا تھا۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''لیکن میں ایک بات پر آ کر الجھ جاتی ہوں۔'' ولید نے روشی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''آپ سے منگنی کے بعد وہ بہت پرسکون اور مطمئن دکھائی دیتی تھی۔'' ولید نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔

''لیکن شہوار کی شادی کے بعد سے وہ کافی الجھی الجھی پریشان رہنے لگی تھی۔ یہیں سے وہ ہم سب سے کٹ آؤٹ ہوئی شاید شہوار کی شادی کے دوران ہی اس کی حماد سے سلام دعا بڑھی ہو اس کے بعد سے وہ ٹوٹلی بدلی ہے۔ مجھ سے چاہے جتنی بھی دوستی تھی لیکن اپنے دل کی بات اس نے کبھی بھی مجھ سے نہ کہی۔''

''گھر میں سب پریشان ہیں' احسن تو آج حماد سے مل کر آئے تھے کہہ رہے تھے حماد اپنے گھر والوں کو بھیجنے کی بات کر رہا تھا۔'' ولید نے چونک کر اسے دیکھا یعنی انا مکمل طور پر ان سب سے ہر رشتہ ختم کرنے کی ٹھان چکی تھی۔

''دماغ خراب ہے اس کا اور کچھ نہیں۔'' اس خبر نے تو جیسے دل پر آری سی چلا دی تھی۔

وہ ولید ضیاء تھا' وہ ولید ضیاء جو وجاہت و مردانگی میں ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ ہر جگہ سراہا گیا تھا۔ دلوں میں اس کو فوراً جگہ دی جاتی تھی' لڑکیاں اس پر مرتی تھیں...... لیکن ضیاء احمد نے ہمیشہ اسے باور کروایا تھا کہ وہ کسی اور کی امانت ہے' ایک ایسی لڑکی کی جس کا نام انا وقار ہے جو پاکستان میں اس کے نام سے منسوب ہے اور اس نے ہمیشہ بابا کی بات کی

پاسداری کی تھی۔

کہیں بھی دل نہیں لگایا تھا' کسی سے بھی وقت پاس نہیں کیا تھا۔ وہ دل میں تمام تر جذبات لیے پاکستان آیا اور پھر یہاں اسے ایک الجھی ہوئی لڑکی ملی تھی' ایسی لڑکی جو الجھی ہوئی جذباتی اور بے وقوف سی لگی تھی لیکن وہ اس کے باپ کی پسند تھی۔

ضیاء صاحب نے ان کے لیے زندگی میں بہت سی قربانیاں دی تھیں ایسے میں اب اس کا حق بنتا تھا کہ وہ ان کی اس خواہش کا احترام کرے۔ اس کے باپ کی خواہش کے پیچھے جو بھی وجہ تھی وہ اس وجہ سے خائف بھی تھا لیکن دل سے انا وقار جیسی لڑکی پھر بھی اچھی لگی تھی۔ وہ جتنی بھی ذوقف تھی لیکن اپنی انا کے حصار میں اسی قدر مضبوط بھی۔ یہ منگنی اس کے بڑوں کی خواہش تھی لیکن اس نے اس رشتے کو دل سے قبول کیا تھا اور اب؟

''انکل چاہ رہے ہیں کہ وہ ایک بار پھر انا سے بات کریں، اگر وہ ان کی بات مان جاتی ہے تو ٹھیک ورنہ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ پھر کوئی حتمی فیصلہ کریں گے۔'' روشی کا لہجہ افسردہ تھا۔

''دیکھو روشی! انکل اگر انا کو میرے لیے فورس کریں گے تو ان کو منع کردو میں زبردستی کے رشتوں کا قائل نہیں ہوں۔ حماد اتنا ٹائر الڑکا نہیں اسے اگر انا میرے مقابل لائی ہے تو یقیناً وہ اس کی خواہش بن چکا ہوگا اور خواہشیں مرجائیں تو دل مرجاتے ہیں اور دل مرنے سے انسان کی بقاء ممکن نہیں رہتی۔'' ولید کا لہجہ ایک دم مضبوط اور دوٹوک تھا۔

''آپ اپنے حق میں دستبردار ہو رہے ہیں کیا؟'' روشی نے بے یقینی سے بھائی کو دیکھا۔

''یہی ہم سب کے حق میں بہتر ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔ انا کو اس کے انتخاب کا حق دینا ہوگا ہمیں، یہ میری مردانگی اور میرے وقار کے منافی بات ہے کہ ایک لڑکی مجھے رد کرے اور اس کے باوجود میں اس سے رشتہ بنانے کی کوشش کروں۔''

''آپ اپنی نظر اندازی کی خاطر انا کو چھوڑ دیں گے۔'' روشی ایک دم افسردہ ہوئی۔

''نہیں اپنے وقار کی خاطر' میں زبردستی رشتے بنانے کا قائل نہیں ہوں۔ رشتوں میں جب تک دل کی وابستگی محبت اور لگاؤ نہ ہو رشتے نہیں چلتے۔ رشتے کچی دوڑ کی مانند ہوتے ہیں جن کے ہر لحہ ٹوٹ جانے کا خدشہ رہتا ہے' مجھے ایسا کوئی بھی رشتہ نہیں بنانا جس میں اعتماد اور خلوص نہ ہو۔'' ولید کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا روشی نے رنجیدگی سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا۔

''محبت چھین کر نہیں لی جاتی اور نہ ہی محبت زور زبردستی کا نام ہے۔ محبت میں سب سے پہلا رشتہ جو بنتا ہے وہ اعتماد کا ہوتا ہے کہ آپ کسی پر کتنا اعتماد کرتے ہیں۔ پیار الفت یگانگت کی باتیں تو بعد کا حصہ ہوتی ہیں۔'' ولید کے الفاظ پر روشی نے اپنی نم آنکھیں صاف کی۔

''آپ کو دکھ تو ہوگا نا؟'' ولید مسکرایا۔ بڑی سنجیدہ پر اذیت مسکراہٹ تھی۔

''شاید......'' اس نے کندھے اچکائے۔

''لیکن یہ دکھ وقتی ہوگا' میں کوئی ٹین ایج لڑکا نہیں ہوں کہ کسی چیز کے چھن جانے پر واویلا کروں۔ میں ایک میچور ایجوکیٹڈ پرسن ہوں اور مجھے اپنی سیلف ریسپیکٹ اپنی خودداری اور انا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے' اینڈ ڈیٹس آل۔'' روشی نے آنکھوں کی نمی اپنے دوپٹے میں جذب کی تھی۔

''مجھے ہمیشہ اس چیز کا دکھ رہے گا' کاش انا آپ سے محبت کرتی اور آپ کو سمجھنے کی کوشش کرتی۔'' ولید خاموش رہا تھا' روشی اٹھ کھڑی ہوئی' وہ جانے لگی تھی اور پھر کچھ یاد آنے پر رکی۔

''ایک بات کہنی تھی؟'' ولید نے سوالیہ دیکھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ جیسے انا ہم سے کچھ چھپا رہی ہے' اسے فون پر کوئی دھمکیاں دیتا ہے۔ کوئی بلیک میل کررہا ہے اسے۔'' وہ خود بھی الجھی ہوئی تھی جو ذہن میں تھا کہہ دیا' ولید چونکا۔

''کیا مطلب......کون بلیک میل کررہا ہے؟''

''زیادہ تر اس کا موبائل بند رہتا ہے' آج شام جب میں اسے چائے کا کہنے گئی تھی تو کسی سے بات کررہی تھی میں نے صرف چند ایک باتیں ہی سنی تھیں وہ کہہ رہی تھی کہ میں نہیں ڈرنے والی اب جو کرنا ہے کرلو۔ کوئی بلیک میلنگ کی بات ہو رہی تھی اور یہ بھی کہہ رہی تھی کہ وہ اب خاموش نہیں رہے گی سب کو بتادے گی۔'' ولید نے بہت حیرت سے دیکھا۔

''یہ سب انا کہہ رہی تھی؟'' وہ یقین کرنے پر متامل تھا۔

''ہاں اور پھر اس نے کال بند کردی تھی وہ مجھے وہاں دیکھ کر ڈر گئی تھی مجھے تو یہی لگا، میں نے پوچھا بھی کہ کس کی کال تھی لیکن اس نے جواب ہی نہیں دیا۔'' روشی کے الفاظ پر ولید چونکا تھا۔ پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا تھا کسی کی کال آتی اور انا کال کاٹ دیتی تھی یعنی کوئی اسے واقعی بلیک میل کررہا تھا۔

ولید کو ایک دم شام کا واقعہ یاد آیا وہ انا کے پاس کھڑا تھا' جب اس کا موبائل بجا تھا۔ اس نے انا کا موبائل پکڑا تھا لیکن انا نے زبردستی موبائل چھین کر اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر دیوار کے ساتھ دے مارا تھا۔ جواباً اس کا ہاتھ اٹھ گیا تھا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ انا نے ایسا محض غصے یا جذباتیت میں کیا تھا......لیکن نہیں......اس کے پیچھے کوئی لاجک تھی؟ کوئی کہانی تھی؟

''کون ہوسکتا ہے؟ اور بھلا انا کو کوئی بلیک میل کیوں کرے گا؟'' وہ از حد حیران تھا۔

''بھائی میں بہت پریشان ہوں' جس طرح انا رات گئے تک گھر سے غائب رہی تھی اور پھر اس کا واپس آنا۔ اس کا نروس سسٹم بریک ہونا' سب سمجھتے ہیں کہ انا حماد کے ساتھ ہوگی لیکن میرا دل اس بات کو قبول نہیں کرتا۔ انا ایسی لڑکی نہیں ہے مجھے نہیں پتا وہ کس وجہ سے حماد کی طرف انوالو ہوئی ہے لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ انا کریکٹر کے لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے۔ انا کا غائب ہونا پھر رات گئے واپس آنا اور اس کے بعد نروس سسٹم کا بریک ہونا' اس سب کے پیچھے کوئی سولڈ ریزن ہے۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ہم انا کا سیل چیک کرتے لیکن ہم نے ایسا نہ کیا' وہ ٹھیک ہوکر گھر آئی تو اس کا نمبر زیادہ تر بند رہنے لگا اور اس کے بعد اس کا ایک دم رشتے سے انکار اور پھر ایک دم حماد کا نام لینا' مجھے یقین نہیں ہے بھائی۔'' وہ واقعی آج سارا وقت اسی سب کو لے کر از حد الجھ رہی تھی۔ ولید بھی ایک دم کنفیوژ ہو چکا تھا۔ روشی وکیل تھی' وہ بات کو وکیلوں والے انداز میں پرکھ رہی تھی وہ بزنس میں تھا لیکن یہ ساری باتیں اور روشی کے اٹھائے گئے پوائنٹس قطعی ایسے نہ تھے کہ ان کو نظر انداز کردیا جاتا۔

''کیا واقعی انا کسی وجہ سے بلیک میل ہو رہی تھی؟'' ولید کے اندر ایک دم سوال اٹھنا شروع ہو چکے تھے۔

''شام کے بعد انا سارا وقت کمرہ بند کیے رہی ہے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ورنہ میں ایک بار اس کے کمرے میں ضرور جاتی اس سے ڈسکشن کرتی یا پھر اس کا موبائل چیک کرتی۔'' روشی کے کہنے پر ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ انا کا موبائل ٹوٹ چکا تھا اور وہ خود شاید روشی کو کچھ بھی نہ بتائے۔

''انا کا موبائل ٹوٹ چکا ہے۔'' ولید نے بتایا تو روشی چونکی۔

''کیسے؟'' جواباً ولید نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

''اس کا مطلب ہے واقعی اس سب کے پیچھے کوئی وجہ موجود ہے جو انا ہم سے چھپا رہی ہے۔'' روشی کا انداز پُر سوچ تھا۔

''تم فکر مت کرو اب اس سب کا میں پتا لگا لیتا ہوں۔ تم ٹینشن نہ لو اپنی صحت کا خیال رکھا کرو نجانے یہ پاگل لڑکی کیا کچھ کر بیٹھی ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہم سب سے چھپا بھی رہی ہے، ہم سے جو اس کے سب سے زیادہ ہمدرد اور نزدیک ہیں۔ کاش وہ واقعی ہم پر اعتماد اور یقین کر سکتی تو حالات اس حد تک بگاڑ کا شکار نہ ہوتے۔'' ولید نے روشی کو دلاسہ دیا تو اس نے ایک گہرا سانس لیتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔



وہ صفدر کی بیوی کو بغیر کوئی جواب دیئے وہاں سے آ گئے تھے' اپنی بیوی اور بچوں میں آ کر پُرسکون ہونا چاہتے تھے لیکن نجانے اس بار دل کو کیا ہوا تھا کہ اپنے جان سے پیارے بچوں میں آ کر بھی دل کو سکون نہیں مل رہا تھا۔ ہر بار زبین کا چہرہ نگاہوں میں آ جاتا تو دل ہر چیز سے اچاٹ ہونے لگتا تھا۔ ایک شادی شدہ پانچ بچوں کا باپ اور دل کی یہ حالت تھی۔ کبھی کبھار انہیں اپنے مزاج پر حیرت ہونے لگتی تھی کہ گویا وہ واقعی اتنے دل پھینک انسان تھے جو ایک چہرے نے اس طرح سے جکڑ لیا۔

نہ اپنا خاندان یاد رہا تھا نہ اپنا حسب نسب اور نہ ہی اپنی امیری۔ وہ لڑکی کیا تھا ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کی مکین جس کی اضافی خوبی صرف اس کا حسین ہونا تھا تو کیا وہ واقعی صرف اس لڑکی کے حسن پر مر مٹے تھے..... لیکن ہر بار دل کو کھنگالنے پر بس یہی جواب ملا تھا کہ ایسا نہیں ہوا۔ وہ نہ دل پھینک تھے اور نہ ہی رنگین مزاج' وہ عمر جس میں لڑکے دل پھینک ہوتے ہیں ان کے دل نے انہیں کبھی شرمندہ نہیں کروایا تھا تو پھر اس عمر میں آ کر جہاں ان کی بیوی کے علاوہ پانچ بچے تھے وہ کیسے بہک جاتے۔

یقیناً یہ معاملہ اور تھا' وہ بمشکل ہی گاؤں میں ٹک سکے تھے فوراً شہر چلے آئے تھے' ان کا رخ صفدر کے گھر کی طرف تھا۔ ہمیشہ کی طرح وفادار ملازم بخشو ساتھ تھا' بخشو ان کے بچپن کا ساتھی ان کا خاص وفادار ملازم تھا۔ وہ ہمہ وقت ان کے ہمراہ رہتا تھا۔

دستک دینے پر جس چہرے نے دروازہ کھولا تھا حیات علی کو لگا گویا دل کی خواہش پوری ہو گئی ہو۔ زبین دروازہ کھول کر دروازے کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

''جی؟'' آنے والے اس نیک دل چوہدری کو وہ بھی جانتی تھی جس نے اسے اس کے لالچی باپ کو پیسے دے کر ایک جواری کی دلہن بننے سے بچا لیا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ نیک دل جاگیردار اس کے گھر کے چکر بار بار کیوں کاٹتا ہے' وہ کون سا مقصد ہے جس کے سبب وہ یہاں بھاگا چلا آتا ہے؟

''صفدر.....'' کچھ نہ سوجھا تو اس کے باپ کا نام لیا۔

''ابا تو گھر پر نہیں ہے۔'' دھیمی آواز میں بتایا گیا۔

''اور تمہاری ماں؟''

''اماں تو بیمار ہے' بستر پر پڑی ہوئی ہے۔''

''اچھا' اپنی اماں سے پوچھو کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟'' اب تک وہ جتنی بار آئے تھے' صفدر خود گھر کے اندر لے کر گیا تھا۔ اس بار خود سے اندر جانا اور دروازے سے ہی پلٹ جانے کو دل نہیں مانا تھا۔

''میں اماں سے پوچھتی ہوں۔'' وہ اندر چلی گئی اور بخشو گاڑی میں' وہ خود دروازے پر انتظار کر رہے تھے۔

''اماں کہتی ہے اندر آ جائیں۔'' کچھ پل بعد وہ پھر چلی آئی تھی۔

وہ بخشو کو وہیں رکنے کا کہہ کر زبین کے پیچھے ایک دوسرے کمرے میں چلے آئے تھے۔ یہ کمرہ پہلے والے کمرے سے بھی زیادہ بُری حالت میں تھا۔ وہاں دو چارپائیاں تھیں ایک پر زبین کی ماں لیٹی ہوئی تھی' دوسری پاس پڑی ہوئی تھی۔ زبین کی ماں دروازے کو ہی دیکھ رہی تھی' انہوں نے سلام کیا تو سر کے اشارے سے جواب دیا' وقفے وقفے سے کھانسی کا دورہ پڑ رہا تھا۔

''بڑی دیر کی صاحب آنے میں' میں تو روز انتظار کرتی تھی۔'' اس کے لہجے میں آس تھی اور آنکھوں میں امید' کہہ کر وہ پھر کھانسنے لگی تھی۔ حیات علی کا دل سکڑ کر سمٹا تھا۔

وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آ تو گئے تھے لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا اگر وہ صرف شادی شدہ ہوتے تو شاید کچھ سوچتے بھی لیکن یہاں بات تو ان بچوں کی تھی جو ان کی نسل کے امین تھے۔

''آپ کیسی ہیں؟'' زبین کی ماں بالکل کمزور اور نحیف ہو چکی تھی' بستر پر پڑی بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہی تھی۔

''زندگی سے اب کوئی امید نہیں' بس زبین کی فکر کھائے جا رہی ہے ورنہ مرنے میں گھڑی نہ لگتی۔'' دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی بیٹی کی طرف بڑی آس بھری نگاہ ڈالی تھی۔

''کیا ہوا ان کو..... کسی ڈاکٹر کو دکھایا؟'' حیات علی نے پلٹ کر زبین کو دیکھا۔

''گلی والا ڈاکٹر دیکھنے آتا ہے لیکن دو دن سے وہ بھی نہیں آ رہا۔''

''کیوں؟''

''دوائی کے لیے پیسے ختم ہو گئے ہیں۔'' حیات علی نے ایک گہرا سانس لیا۔

''کب سے ہے طبیعت خراب؟''

''ہفتہ ہو گیا ہے۔'' حیات علی نے خود آگے بڑھ کر زبین کی ماں کی کلائی تھامی تو جسم بخار سے تپ رہا تھا۔

''ان کو ڈاکٹر کو دکھانا ہوگا۔'' انہوں نے کہا۔

''میں ٹھیک ہوں' بس صفدر کی بے حسی کا قرض چکا رہی ہوں بیٹا! اب تم ایک مرتی ہوئی ماں پر احسان کر دو' کسی ایسے بندے کا بندوبست کر دو جس کو میں اپنی بیٹی سونپ کر آرام سے مر سکوں۔ تم نیک دل انسان ہو پوری دنیا میں کوئی بھروسے کے قابل نہیں لگا جس پر اپنا بوجھ ڈال کر آنکھیں بند کر سکوں۔'' روتے ہوئے کہا تو حیات علی کا دل ایک دم سکڑا تھا پھر وہ فیصلہ لمحوں میں ہوا تھا۔

''میں ان کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہا ہوں' دروازہ بند کر کے تم بھی ساتھ چلو۔'' زبین سے کہہ کر وہ اس کی ماں کی طرف بڑھے تھے' زبین کی مدد سے انہوں نے اسے گاڑی میں بیٹھایا' زبین بھی بھاگ کر دروازے بند کرتی ان کے ساتھ آ گئی تھی۔ ڈاکٹر مریضہ کی حالت سے مطمئن نہ تھے' ہسپتال میں داخل کروانے کو کہا تھا اس لیے حیات علی نے فوراً اسپتال داخل کروا دیا تھا۔ مختلف ٹیسٹ اور رپورٹ کے بعد ٹی بی کی تشخیص ہوئی تھی۔ ٹی بی کا سنتے ہی زبین کا رونا دھونا شروع ہو گیا تھا۔ حیات علی اسے تسلی دلاسے دیتے رہے تھے۔

''تمہارے والد کہاں ہیں اور کب تک آ جائیں گے؟'' کچھ دیر بعد زبین سے پوچھا۔

''پتا نہیں' جس دن آپ ابا کو پیسے دے کر گئے تھے۔ اس سے اگلے دن ابا اور اس کے دوست کا جھگڑا ہوا تھا' ابا نے آپ سے زیادہ رقم لی تھی اور اپنے دوست کو تھوڑی رقم دی تھی۔ اماں نے بھی ابا کو سمجھایا تو ابا ساری رقم لے کر گھر سے چلا گیا تھا' اس دن کے بعد ابا کا کوئی پتا نہیں۔ ابا کا دوست روز آ کر اماں کو تنگ کرتا ہے اسی دن سے اماں بیمار ہے' بیمار تو

بہت عرصے سے ہے لیکن اس دن سے اماں چارپائی کی ہو کر رہ گئی تھی۔‘‘ ساری کہانی سامنے تھی‘ حیات علی نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔ بخشو کو کچھ سمجھایا اور خود صفدر کی بیوی کے پاس چلا آیا تھا۔

’’صاحب! مجھ غریب کو یہاں کیوں لے آئے ہو؟ آپ تو چلے جاؤ گے میں بھلا بعد میں کہاں سے یہاں کے بل دیتی رہوں گی۔‘‘ کھانستے ہوئے اس نے کہا۔

’’میں سارے بل ادا کرچکا ہوں‘ کھانا وغیرہ ہر چیز میسر ہوگی۔‘‘ حیات علی نے تسلی دی تو وہ رونے لگی۔

’’آپ کے مجھ پر بہت سارے احسانات ہیں صاحب! اللہ آپ کو سدا خوش رکھے‘ بس ایک آخری احسان اور کردو کسی اچھے سے انسان کا بندوبست کردو مجھے اب اپنی زندگی کی کوئی امید نہیں۔ میں مرگئی تو میری زیبن کو صفدر اور اس کے آوارہ دوست لوٹ کا مال سمجھ لیں گے۔‘‘ صفدر نے آپ کو اور اپنے دوست دونوں کو دھوکہ دیا ہے‘ وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے واپس آتا بھی ہے یا نہیں۔ اس کا جواری دوست روز شور ہنگامہ کرنے آجاتا ہے، وہ زبردستی زیبن سے شادی کرلے گا۔‘‘

’’آپ فکر مت کریں‘ زیبن کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں ابھی اور اسی وقت اس سے شادی کو تیار ہوں۔‘‘ چوہدری حیات علی نے پورے ہوش و حواس میں اپنی رائے کا اظہار کیا تو زیبن کی ماں تو گویا ایک دم کھل اٹھی تھی۔

❁......❁......❁

انا اگلے دن کالج آئی تھی‘ شہوار موجود نہ تھی وہ پریشان ہوگئی۔ نجانے کیا وجہ تھی جو شہوار کالج نہیں آرہی تھی اور اس کی کوئی خیر خبر بھی نہ تھی۔ واپسی پر اس نے سوچا کہ شہوار کے گھر کا چکر لگائے گی۔

اس نے جب منصور خان کو شہوار کے گھر چلنے کا کہا تو اس نے ایک دم انکار کردیا۔

’’بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ آپ کو کہیں بھی لے کر نہیں جانا۔‘‘

’’کیوں؟‘‘ وہ اس پابندی سے ششدر رہ گئی تھی۔

’’مجھے بس حکم ملا ہے وجہ نہیں بتائی۔‘‘ ڈرائیور کے سامنے عجیب سبکی کا احساس ہوا تھا۔

’’لیکن میں تو شہوار کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔‘‘

’’صاحب نے سختی سے منع کیا ہے‘ بھلے وہ شہوار بی بی کا ہی گھر کیوں نہ ہو‘ صاحب نے کہہ رکھا ہے کہ آپ اکیلی نہیں جاسکتیں۔‘‘ انا کے اندر ایک دم انتہائی ذلت کا احساس پیدا ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ کر بیٹھی رہی تھی۔ موبائل ٹوٹ چکا تھا۔ وہ شہوار سے رابطہ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ گھر آئی تو اندر باہر سے جھلس رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کردے۔ یعنی اس کے والدین کو اب اس پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ ایسا دکھ تھا کہ دل چاہ رہا تھا کہ اپنا آپ ختم کرڈالے۔ شام تک وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔

صبوحی گھر آئیں تو روشی نے بتایا کہ وہ مسلسل کمرے میں بند ہے‘ کل رات سے کھانا پینا بھی بند ہے‘ پتا نہیں کالج میں بھی کچھ کھایا تھا کہ نہیں۔ صبوحی کے اندر شدید اذیت کی لہر اٹھی تھی۔

انہیں اپنی یہ عزیز از جان اکلوتی بیٹی اب اپنی زندگی کا بہت بڑا امتحان محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں آئیں تو دروازہ لاک تھا‘ دستک دی تو جواباً انا کی آواز سنائی دی تھی۔

’’کہا نا مجھے نہیں کھانا پینا‘ اس لیے اب کوئی ادھر آیا تو میں اس کا سر پھاڑ دوں گی۔‘‘ صبوحی نے گہرا سانس لیا۔ انا ایسی تو نہ تھی۔

’’انا! دروازہ کھولو میں ہوں......‘‘ انہوں نے قدرے اونچی آواز میں کہا تو کچھ لمحوں بعد دروازہ کھل گیا تھا۔

غزل

عجب مشکل پڑی ہے شہر جاں پر
لگی ہے بس نگاہ آسماں پر
ہماری آزمائش لینے والو
کرو احسان قلب ناتواں پر
وہی آوارگی قسمت میں میری
وہی بجلی گری ہے آشیاں پر
کہیں نہ ڈوب جائے دل کی دنیا
ابھی تک ضبط ہے اشک رواں پر
میری ماں کی دعا ہی کام دے گی
میں گھر سے چل پڑا ہوں امتحان پے
نہیں ہرگز مجھے منظور رانا
کوئی الزام آئے مہرباں پر

قدیر رانا......راولپنڈی

وہ اس کے کمرے میں آئیں تو ہر چیز تہس نہس تھی۔ انہوں نے تاسف بھری نگاہ کمرے پر ڈال کر انا کو دیکھا‘ وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی۔

’’یہ سب کیا ہے انا! کیوں کررہی ہو تم ایسا؟‘‘ انہوں نے برہمی سے پوچھا تو انا نے پلٹ کر دیکھا۔ عجیب سی شکست خوردہ‘ بکھری سی لگی تھی وہ انہیں‘ روئی روئی سوجی آنکھیں‘ متورم چہرہ۔

’’آپ لوگوں کو مجھ پر اب اعتبار نہیں رہا‘ آپ سب کے نزدیک میں ایک ناقابل اعتبار لڑکی ہوں۔‘‘ جواباً اس نے کہا تو صبوحی نے گہرا سانس لیا۔

’’بات آپ لوگوں تک رہتی تو ٹھیک تھا‘ لیکن دکھ تو یہ ہے کہ مجھے اپنے ہی گھر کے ڈرائیور کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ کہہ کر کہ انا بی بی کہیں بھی اکیلی نہیں جاسکتی۔‘‘ اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

’’یہ سب ہم تمہاری سکیورٹی کے لیے کررہے ہیں بیٹا۔‘‘ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔

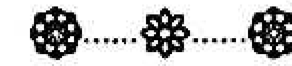
’’نہیں چاہیے مجھے ایسی سکیورٹی‘ جس میں بے اعتباری ہو۔ اگر میں اتنی ہی ناقابل اعتبار ہوچکی ہوں تو مجھے کالج کیوں جانے دے رہے ہیں‘ گھر کیوں نہیں بٹھالیا۔‘‘ وہ زور سے چیخی تھی تبھی دروازے میں سے اندر داخل ہوتے وقار نے نہایت ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

’’تمیز سے بات کرو انا۔‘‘ بہت برہمی سے کہا تھا۔ باپ کو دیکھ کر وہ لب بھینچ گئی تھی۔

’’جو کچھ تم کرچکی ہو اس کے بعد تم اعتبار یا یقین کی بات کرو تو احمقانہ سی بات ہے۔ ہم بہت حوصلے سے تمہاری یہ ساری بدتمیزیاں جھیل رہے ہیں‘ یہی کافی ہے۔‘‘ وہ باپ کے سامنے سر جھکا کر کھڑی رہی تھی۔

’’زندگی ایک دم سے عذاب بنادی ہے تم نے آخر کیا کمی ہے ولید میں کیوں کررہی ہو تم یہ سب؟‘‘ پھر وہی سوال

تھے انا کا جی چاہا کہ خود کو شوٹ کرلے۔
''اگر تم حماد جیسے لڑکے کو ولید کے مقابل لاکر ہمیں یہ باور کروانا چاہتی ہو کہ ہم تمہارے فیصلے کو اہمیت دیں تو غلط کررہی ہو ولید کی جگہ ہم کسی کو نہیں دے سکتے۔'' انا نے خاموشی سے باپ کو دیکھا۔
''اس لیے اب یہ جذباتیت ختم کرو اور نارمل لوگوں کی طرح زندگی گزارنا سیکھو تم اب بچی نہیں رہی کہ تمہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم ڈکٹیٹ کرتے پھریں۔'' انداز میں تحکم تھا۔
''میں آج کل میں تمہاری اور ولید کی شادی کی تاریخ فائنل کررہا ہوں اب اگر تم نے کوئی ری ایکٹ کیا تو میں سمجھوں گا کہ میری کوئی بیٹی ہی نہ تھی۔ حماد یا ہم میں سے کسی ایک کو چننا ہوگا۔ انتخاب تمہارا ہوگا' ہم بھی صبر کرلیں گے اور بہت سے زندہ مرجانے والوں پر انسان آخر کار صبر کر ہی لیتا ہے۔'' انداز فیصلہ کن تھا۔ صبوحی نے ڈر کر شوہر کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں چٹانوں کی سی سختی تھی انہوں نے انا کو بھی دیکھا وہ لب بھینچے کھڑی تھی۔
''تمہارے پاس کل کا دن ہے اچھی طرح سوچ لینا اور پھر جواب دینا۔'' وہ پلٹے اور پھر رکے تھے۔
''حماد کا انتخاب کرو گی تو پھر ہم سب سے سب رشتے توڑ کر جانا ہوگا۔'' انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا' وہ کمرے سے نکل گئے تھے انا خاموشی سے زمین پر بیٹھی چلی گئی تھی۔
''انا...... دیکھو بیٹا! زندگی میں اونچ نیچ ہوجاتی ہے' والدین اولاد کی بہت سی خطائیں معاف کردیا کرتے ہیں۔ تم اپنے پاپا کی بات مان لو وہ بالکل بھی خفا نہیں رہیں گے۔'' انا خاموشی سے گھٹنے پر سر ٹکا گئی تھی۔ اس کا انداز سپاٹ اور بے حس تھا' صبوحی کا جی چاہا کہ ایک دم اسے جھنجوڑ دیں۔
''ولید ایک بہت ہی قابل انسان ہے' کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ پر فخر کرسکتی ہے۔''
''لیکن میں اس قابل انسان کے لائق نہیں ہوں اور میں اس کے ساتھ پر فخر کرنے والوں کی لائن میں شامل نہیں ہوسکتی۔'' انا کا انداز اٹل اور سپاٹ تھا۔
صبوحی کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل مٹھی میں لے کر بھینچ دیا ہو۔
''پاپا کو کہہ دیں حماد ان کو قابل قبول نہیں تو ٹھیک ہے کسی بھی اپنے پسندیدہ انسان کے ساتھ لمحوں میں مجھے اس گھر سے نکال دیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ان کی اس پسندیدہ انسان کی لسٹ میں ولید ضیاء نہیں ہوگا۔'' روشی کے ساتھ اندر آتا ولید وہیں رک گیا تھا۔
''مجھے کبھی بھی ولید ضیاء قبول نہیں' نہ آج اور نہ کل۔'' ولید ایک دم تیزی سے واپس پلٹا تھا۔ روشی نے بہت دکھ سے اپنے بھائی کو جاتے دیکھا تھا۔ صبوحی نے تاسف سے اپنے سامنے بیٹھی انا کو دیکھا جو گھٹنوں میں منہ دے کر ایک دم بری طرح رودی تھی' ان کے اندر اسے اس طرح روتے دیکھ کر سمیٹ لینے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ بہت اذیت بھری نگاہ ڈال کر وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔ انا فیصلہ کرچکی تھی وہ جانتی تھی وقار احمد بھی ایک فیصلہ کرچکے ہیں اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتی تھیں کہ یہ دونوں اپنے اپنے فیصلوں سے اب کبھی بھی نہیں ہٹیں گے ان کے اندر کی ماں ایک دم تڑپی تو وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیوں کا گلہ دباتیں تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھیں۔
روشی نے خاموشی سے انہیں جاتے دیکھا اور پھر وہ بھی پلٹ آئی تھی۔ وہ جانتی تھی اس وقت اس کی کہی کوئی بھی بات انا پر اثر نہیں کرے گی وہ انا کا فیصلہ جان کر خود بھی دکھی تھی۔ اسے انا پر غصہ بھی آرہا تھا اور ترس بھی۔ کاش وہ اپنے بھائی کے لیے انا سے لڑ سکتی' روشی کے اندر بہت کچھ بہت شدت سے ٹوٹا تھا۔



ہادیہ رابعہ سے ملنے آئی تھی' سہیل اور ابوبکر کسی کام سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ رابعہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی' وہ اسے اپنے جہیز کی اشیاء دکھانے لگ گئی تھیں۔ ابوبکر نے جہیز لینے سے منع کردیا تھا وہ اپنا گھر خود ڈیکوریٹ کررہا تھا' تاہم ثریا بیگم نے اپنے ابوبکر کے منع کرنے کے باوجود کافی کچھ تیار کرلیا تھا۔

کپڑوں اور زیورات کے علاوہ الیکٹرانکس کی اشیاء اور گھر کی سجاوٹ کے لیے فرنیچر وہ دے رہے تھے۔ ابوبکر نے بہت منع کیا لیکن پھر ان کی محبت کے سامنے بے بس ہوگیا تھا۔

''کتنی عجیب سی بات ہے میں ابھی تک اپنے ہونے والے جیجا جی کو ہی نہیں دیکھ سکی۔'' کپڑے اور زیورات دیکھتے ہادیہ نے حسرت سے کہا۔

''ماشاء اللہ ابوبکر بہت ہی پیارا انسان ہے' ہماری رابعہ کے ساتھ تو بہت ہی جچے گا۔'' بھابی نے محبت سے کہا تو رابعہ مسکرادی۔

''خالی خولی تعریفوں سے کام نہیں چلے گا بلکہ میں تو ان سے ملے بغیر آج ٹلنے والی نہیں۔ کتنی حیرت کی بات ہے نا' شادی میں محض چند دن باقی ہیں اور ابھی تک مجھے جناب عزت مآب دلہا صاحب سے شرف ملاقات ہی حاصل نہیں ہوسکا۔''

''ہاں تو وہ سہیل کے ساتھ کسی کام سے نکلا ہے' کچھ دیر میں آجاتا ہے تو مل لینا۔'' بھابی نے چیزیں سمیٹتے کہا تو اس نے سر ہلادیا۔

''تمہارے آفس سے کون کون آئے گا رابعہ؟'' بھابی نے جاتے جاتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''کیوں......تم نے انوائٹ نہیں کیا؟''

''چند ایک لوگوں کو بلایا ہے اور سر کو بھی کارڈ دے دیا تھا' زیادہ کو میں نے نہیں بلایا۔''

''تم چائے پیو گی؟'' بھابی سامان سمیٹ چکی تھیں رابعہ کو چائے کی طلب ہورہی تھی اس نے ہادیہ سے پوچھا۔

''بالکل۔''

رابعہ چائے بنانے باہر آگئی تھی وہ ابھی کچن میں چائے تیار کررہی تھی جب ابوبکر اور سہیل بھائی چلے آئے تھے۔ سہیل بھائی باہر سے بیکری کا سامان لائے تھے' شاپر لاکر اسے تھمادیے تھے۔

''ہمارے لیے بھی چائے لانا گڑیا!'' سہیل بھائی نے آواز لگائی تو اس نے سر ہلادیا۔

ابھی گھر میں مہمان آنا شروع نہیں ہوئے تھے ابوبکر ابھی ادھر ہی تھا' اسے ایک دو دن میں اپنے گھر شفٹ ہونا تھا' دونوں کا آمنا سامنا صرف سلام دعا کی حد تک تھا۔

وہ سب کے لیے چائے لائی تھی آج ماموں بھی گھر پر تھے۔ اس نے ٹرے لاکر صحن میں ٹیبل پر رکھ دی' ابوبکر ماموں اور سہیل بھائی وہیں موجود تھے' اماں بھی نماز پڑھ کر وہیں آگئی تھیں۔

''چائے تیار ہے آجائیں سب۔'' اپنے کمرے میں موجود بھابی اور ہادیہ کو کہا۔

''خالی چائے یا کچھ کھانے کو بھی ہے۔'' ہادیہ کو بھوک لگ رہی تھی۔

''فکر نہیں کرو تمہاری بھوک مٹانے کا سارا سامان موجود ہے۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''باہر آجاؤ' سبھی صحن میں ہیں اسی بہانے تم ابوبکر سے بھی مل لوگی' وہ اور بھائی ابھی آئے ہیں۔''

''ارے واقعی۔'' ہادیہ ایک دم ایکسائٹڈ ہوئی۔

''بالکل۔'' وہ مسکرائی۔

غزل

خواب اس طرح بھی ٹوٹ جاتے ہیں
لوگ اس طرح بھی بدل جاتے ہیں
جن سے ہوتی ہیں بہت سی امیدیں وابستہ
وہ اس طرح پل بھر میں ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
کردو اگر کسی کے لیے اپنی زندگی بھی وقف
لیکن وہ لوگ درد پھر بھی بہت دیتے ہیں
جن کو بھی چاہتے ہیں ہم بڑی شدت سے
وہ اتنی ہی شدت سے دور ہوجاتے ہیں
ہم نے تو چاہنا ہی چھوڑ دیا ہے اب کسی کو
کہ وہ لوگ بہت جلد بچھڑ جاتے ہیں

شائزہ مغل (غزل خانم)......

ہادیہ کھڑی ہوئی تھی' اپنے کپڑے درست کرتے وہ باہر نکلی تھی۔ ہادیہ کے عقب میں وہ بھی تھی' دونوں چلتی ہوئی صحن میں آگئی تھیں۔

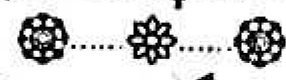
''کہاں ہے ابوبکر؟''

''یہ سہیل بھائی کے ساتھ بیٹھے ہیں؟'' سہیل بھائی اور ابوبکر دونوں کی ان کی طرف سے پشت تھی۔

''چلو میں خود جاکر سلام دعا کرلیتی ہوں۔'' ہادیہ چند قدم آگے بڑھ کر ان کے پاس آرکی تھی۔

''السلام علیکم۔'' اس نے سہیل اور ابوبکر کو سلام کیا۔ ابوبکر نے ایک دم سر اٹھا کر دیکھا تھا' ہادیہ اپنی جگہ ساکت سی ہوگئی تھی۔

''ابوبکر......'' اس کے لب پھڑپھڑائے تھے۔ ابوبکر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو وہ اپنی جگہ پتھر کی بن گئی تھی۔



نکاح کے سارے انتظامات بخشو نے کیے تھے' وہی گواہان کا بندوبست کرتا رہا تھا۔ نکاح کی کارروائی ہاسپٹل میں ہی سرانجام دی گئی تھی۔ زبین کی ماں نکاح کے بعد ایک دم پرسکون ہوگئی تھی۔ حیات علی نکاح کے وقت بہت سنجیدہ تھے تاہم زیب النساء عرف زبین کو پاکر وہ مطمئن بھی تھے۔ زیب النساء کی ماں کو چند دن ہاسپٹل ایڈمٹ رہنا تھا وہ زبین کو لے کر اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں آگئے تھے۔

فلیٹ اگرچہ چھوٹا سا تھا لیکن خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ زبین اس نئے رشتے کے سبب شرمائی شرمائی سی تھی' وہ حیات علی سے بہت جھجک محسوس کررہی تھی۔ وہ اسی سادہ سے حلیے میں ملبوس تھی جس میں وہ حیات علی اور اپنی ماں کے ساتھ ہاسپٹل آئی تھی۔

''بیٹھو۔'' وہ اسے اپنے بیڈروم میں لے آئے تھے۔ وہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔

''کچھ کھاؤ گی؟'' حیات علی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلادیا جبکہ شدت سے بھوک لگی ہوئی تھی' رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اس نے۔

''تم بیٹھو میں آتا ہوں۔'' وہ اسے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد وہ اطمینان سے اس سجے سجائے سے کمرے کو دیکھنے لگی تھی۔ کمرے میں بیڈ کے علاوہ ایک الماری اور ڈرائنگ ٹیبل بھی تھی' کونے میں ایک صوفہ بھی موجود تھا' کمرہ نفاست سے سجا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ آئے تھے ان کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ لگتا تھا چائے خود تیار کی تھی اور کھانے کی چیزیں باہر سے لائے تھے۔

''یہ لو چائے پیو۔'' انہوں نے کپ اٹھا کر زیبن کو دیا تو اس نے جھجکتے ہوئے تھام لیا تھا۔ انہوں نے چائے کے دوران زیب النساء کو اپنے بارے میں کافی کچھ بتا دیا تھا' اپنے خاندان' بیوی اور بچوں سے متعلق ہر بات۔

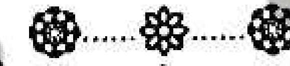
''آپ کے گھر والے تو مجھے دیکھ کر بہت ناراض ہوں گے۔'' وہ سب سننے کے بعد پہلی بار مکمل جملہ ادا کر پائی تھی۔

''فی الحال تو میں وہاں کسی کو بھی نہیں بتا رہا' بابا جان تو بہت ناراض ہوں گے کوئی مناسب موقع دیکھ کر بات کروں گا۔ وہ غصے کے بہت تیز ہیں' ہمیشہ اپنی منواتے ہیں۔ سب ان کے فیصلوں کو اہمیت دیتے ہیں' میری کم عمری کی شادی بھی ان کے فیصلہ کا نتیجہ تھی۔'' حیات علی نے بتایا تو زیب النساء کا خوف کچھ اور بڑھ گیا تھا۔

وہ صاف محسوس کر سکتی تھی کہ آنے والی زندگی اس کے لیے مزید مشکل ہو سکتی ہے۔ حیات علی اچھے انسان تھے' بہت سادہ اور نرم مزاج۔

اگلے دن تک زیب النساء پر ان کی شخصیت کے بہت سے مثبت پہلو وا ہوئے تھے جن میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ بہت محبت کرنے والے انسان ہیں۔ وہ اپنی ماں سے ملنے ہاسپٹل گئی تھی اس کی ماں اسے خوش دیکھ کر ایک دم مطمئن ہو گئی تھی۔

حیات علی کو گاؤں واپس جانا تھا لیکن یہاں زیب النساء اور اس کی ماں کی بھی ذمہ داری تھی۔ وہ زیب النساء کو کئی دلاسے دے کر بخشو کو دونوں کا خیال رکھنے کا کہہ کر گاؤں واپس لوٹ آئے تھے اور پھر زیب النساء کا انتظار شروع ہو گیا تھا۔



ہادیہ کچھ کہے بغیر واپس پلٹی اور تیزی سے واپس رابعہ کے کمرے میں آ گئی تھی۔

''کیا ہوا؟'' ہادیہ کا ری ایکشن ایسا تھا کہ رابعہ بھی الجھ گئی تھی۔ وہ بھی پیچھے چلی آئی تھی۔

''تم تو ابوبکر سے ملنا چاہتی تھیں نا؟'' ہادیہ ایک دم بے جان انداز میں بستر پر گر گئی تھی۔

''وہی ابوبکر جس کی میں کئی سالوں سے منتظر تھی۔'' اگلا جملہ ایسا تھا کہ رابعہ کو لگا کہ جیسے اس کے اعصاب پر کسی نے بم پھوڑ دیا ہو۔ وہ ایک دم منہ پر ہاتھ رکھے دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

